تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

اجتماعی مفاد پر ذاتی مفاد کی ترجیح

قومی زوال کی علامتوں میں سے ایک تشویشناک علامت یہ ہے کہ مسلمانوں میں اجتماعی وملی کاموں کو باہم دگر تعاون اور جذبۂ اعتماد کے ساتھ انجام دینے کی صلاحیت روز بروز مفقود ہوتی جارہی ہے اور اس کے نتیجہ میں اس عظیم سے عظیم تر ادارے (خواہ وہ تعلیمی ادارے ہوں یا فلاحی تنظیمات) موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں، اور ان کی کشتی طوفان سے ہر وقت اس طرح دوچار رہتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے اب ڈوبی تب ڈوبی، اس کا بڑا سبب اکثریتی فرقے کے برخلاف، ان اداروں کے سربراہوں کی دیانت وخلوص اور انتظامی صلاحیت پر اعتماد کی کمی ہے، اور ان کے ہر اقدام اور فیصلہ کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنے کی عادت اور اس کی توقع اور مطالبہ ہے کہ وہ ہر ایک کو مطمئن اور راضی کریں، اور سرپرستوں، سیاسی رہنماؤں اور بااثر افراد کی خواہشات ومفادات پر ادارہ کے مصالح اور مفادات کو بے تکلف قربان کردیں۔

نہ صرف ادارہ کے ذمہ داروں بلکہ ملت کے عام قائدین اور خدمت گزاروں کے بارے میں ملت کا دُہرا معیار ہے اپنے لیے ہر طرح کی گنجائش، ہر چیز کا جواز اور توسّع، لیکن ذمہ داروں، اور قائدین سے حضرت فاروق اعظمؓ کا نہیں تو سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ کے زہد وتقشف اور طرز زندگی کا مطالبہ، ایک اردو محاورہ کے مطابق اپنے لیے بخشش سو سو اور خادم ملت کے معاملہ میں "حساب جو جو" اس طرز فکر اور طرز عمل نے اداروں اور تعمیری کوششوں کو بھی ہر وقت خطرہ میں مبتلا کردیا ہے۔ اور ملت کی خدمت کے آرزومندوں کو بھی کسی ذمہ داری کے قبول کرنے کے بارے میں سو مرتبہ غور کرنے اور تمام عواقب ونتائج اور پچھلے کارکنوں کے انجام کو دیکھنے پر مجبور کردیا ہے۔

(مزید تفصیلات ص۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

ماخوذ از: مسلمانان ہند سے صاف صاف باتیں۔

فی شمارہ ۵/ روپے | سالانہ سو روپے | ۱۰ مئی ۱۹۹۸ء

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India) Rs. 5/-

آپ کی خدمت میں جدید ودلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گھنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے ابجری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

لکھنؤ کے قدیم مشہور ومعروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات، عمدہ واعلیٰ قسم کے روغنیات وعرق کیوڑہ، عرق گلاب ودیگر عطریات کی

ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

SHOP. 241176
RES. 268898

نظر کتابت کا پتہ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

IZHAR AHMAD & SONS
Perfumers
CHOWK, LUCKNOW-3

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔

AUTO REFRCCTO METER AR.8 60

فوٹو فریم، کونٹیکٹ لینس، بائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی باورو دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)

شکر گنج کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

مئو کے نورانی تیل کی خاص پہچان

لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 اور کیپ کے اوپر MAU CITY دیکھ کر خریدیں

نورانی تیل

درد۔ زخم۔ چوٹ کٹنے جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یوپی)

تعمیر حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۵ | ۱۰/مئی ۱۹۹۸ء - مطابق - ۱۳/محرم الحرام ۱۴۱۹ھ | شمارہ نمبر ۱۳

زیر نگرانی:-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد ملیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول:
شمس الحق ندوی

مجلس ادارت:
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون
سالانہ ——— ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ——— پانچ روپے
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
——— ۲۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ——— ۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گزارش
خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ ——— منیجر

خط وکتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

حامد

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے بارکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

درس حدیث

ہر نبی کے کچھ مخلصین ہوتے ہیں

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی صدر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز ٹیچرس ٹریننگ کالج حائل السعودیہ۔
ترجمہ ——— شمس الحق ندوی

(پچھلی واخری قسط)

حضرت زبیرؓ اور حضرت حذیفہؓ کے واقعہ میں فرق

حضرت زبیرؓ کا واقعہ بنو قریظہ کے حالات معلوم کرنے اور ان کے عہد توڑ دینے سے متعلق تھا، اور حضرت حذیفہؓ کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب غزوۂ خندق کے وقت مسلمانوں پر محاصرہ نہایت سخت ہوگیا اور ساری جماعتوں نے مسلمانوں پر گھیرا ڈال دیا، اس کے بعد ان مختلف جتھوں میں اختلاف پیدا ہوگیا، اور ہر گروہ کو دوسرے سے خوف اندیشہ ہونے لگا، اسی وقت زوروں کی ہوا چلی اور اس رات ٹھنڈک حد سے بڑھ گئی، اس نازک ترین گھڑی اور سخت موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ کون ہے جو قریش کے حالات معلوم کرکے آئے اور صورت حال سے آگاہ کرے، جب آپ نے کئی بار آواز دی تب حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا، حضرت حذیفہؓ کا یہ واقعہ مشہور ہے[1]

علامہ ابن حجرؒ نے دونوں قصوں کی تفصیل بیان کی ہے تاکہ پڑھنے والا شک میں نہ پڑ جائے کہ ایک وقت میں دونوں قصے کیسے پیش آئے، یہیں یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت عام تھی جو طریق زندگی کے تمام شعبوں کا خاکہ پیش کرتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حواری کے لفظ کو حضرت زبیرؓ کے ساتھ مخصوص فرمایا، اور جو دوسرے مواقع ہیں وہ عشرۂ مبشرہ کے لئے حواری کے بجائے (نصاری) نصرت کے معنیٰ پر دلالت کرتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا پر تھے وہ ہلنے لگا، آپ نے فرمایا ٹھہر جاؤ! اس وقت تم پر نبی، صدیق اور شہید ہیں" اور اس وقت غار حرا پر آپ کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ تھے[2]

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت طلحہؓ کے حالات میں منقول ہے "طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے پڑوسی ہیں" ان مشہور واقعات کو پڑھنے والا لفظ حواری کے معنی کی وسعت کو اچھی طرح سمجھ جائے گا اس کے ظاہر وپوشیدہ معانی اور گہرائی تک پہونچ جائے گا۔ حواری کے ان معانی اور ان کی گہرائی کی طرف جن لوگوں کو زیادہ توجہ دینا چاہئے وہ علماء دعوتی اور تربیتی کام کرنے والے حضرات ہیں، اس لئے کہ دعوت اسلامی کے لئے حواری (مخلص فدائی) تیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اخلاق وکردار، ایثار وقربانی کی زندہ وجاوید مثالیں پیش کرسکیں، اس لئے کہ اصول وافکار کو پھیلانے کے لئے عملی مثال زیادہ مؤثر وکارگر ہوتی ہے جو کردار مجسم بن کر سامنے آجاتی ہے، جس کا مشاہدہ کرنا اور اس سے اثر لینا اور اس کی اقتدا کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ اس لئے کہ حواری اسوۂ رسولؐ کو اپنانے اور آپ کی سنتوں اور حکموں کو عملی جامہ پہناتے ہیں، دعوت اسلامی کا قافلۂ اول، سابقین اولین اور عشرۂ مبشرہ خلوص ونصرت دین کا جیتا جاگتا بہترین نمونہ پیش کرتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تربیت پر پوری توجہ فرماتے تھے، تاکہ اپنی امت کو اہل خیر وصلاح حضرات کی پیروی پر آمادہ فرمائیں، اور داعیوں کا یہی مشن ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا[3] تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے یعنی اس شخص کو جسے خدا سے ملنے) اور روز قیامت کے آنے کی امید ہو، اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔

یہی اسوہ حواریوں کو تیار کرنے میں بھی نظر آتا ہے قرآن کریم ان کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کرتا ہے (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ[4]) تم (مسلمانوں) کو یعنی جو کوئی خدا (کے سامنے جانے) اور روز آخرت (کے آنے) کی امید رکھتا ہو اسے ان لوگوں کی نیک چال چلنی (ضرور) ہے۔ اور جو روگردانی کرے تو خدا بھی بے پروا اور سزاوار حمد (ونثنا) ہے۔

آزمائش کی گھڑیوں میں حواریوں کی ذمہ داری

دعوتوں کے ساتھ شروع ہی سے یہ ہوتا آرہا ہے کہ اس کا قافلہ امتحان ومشکلات کی وادی سے

باقی صفحہ ۳۰ پر

[1] فتح الباری ج ۷، کتاب المغازی [2] سیر اعلام النبلاء ۱/۲ [3] احزاب - ۲۱ [4] ممتحنہ - ۶

اس شمارے میں

۱	درس حدیث	مولانا ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	۲
۲	کعبہ مرے پیچھے کلیسا مرے آگے (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳			۷
۴	آخر اسلام سے بیر کیوں؟	مولانا سید محمد واضح رشید ندوی	۱۱
۵	عزم مصمم اور قوت فیصلہ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۱۴
۶	امریکی وسائل اور اسرائیل	نذر الحفیظ ندوی	۱۸
۷	جاپان میں اسلامی بیداری	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۰
۸	شہدائے اسلام کا مقام	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی	۲۱
۹	جامعہ ازہر مصر میں تین ماہ	محمد خالد ندوی غازی پوری	۲۳
۱۰	اسلامک تعلیمات (رپورٹ)	نمائندہ تعمیر حیات	۲۴
۱۱	عشاق حق کے عزم.....	مولانا ابوالکلام آزاد	۲۶
۱۲	مطالعہ کی میز پر	شمس الحق ندوی	۲۷
۱۳	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۸

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی
۲۔ فی کاپی ۱۰/- روپئے کے حساب سے زر ضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم سینٹی میٹر Rs.-20/-
۲۔ کمیشن تو اداشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O. Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH-(K.S.A)

برطانیہ
MR. M. AKRAM NADWI
O.C.I.S.
St. cross college
Oxford 0x1 3TU-U.K.

ساؤتھ افریقہ
MR. M. YAHYA SALLO NADWI SB.
P.O. Box No. 388
Vereninging
(S. AFRICA)

قطر
MR. ABDUL HAI NADWI SB
P.O. Box No. 10894
DOHA-QATAR

دبئی
MR. QARI ABDUL HAMEED NADWI SB.
P.O. Box No. 12525
DUBAI- (U.A.E.)

پاکستان
MR. ATAULLAH SB.
Sector A-50, Near sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (PAKISTAN)

امریکہ
DR. A.M. SIDDIQUI SB.
98-Conklin Ave
Woodmere
NEW YORK 11598 (U.S.A.)

اداریہ

شمس الحق ندوی

کعبہ مرے پیچھے کلیسا مرے آگے

مغربی تہذیب اور موجودہ سیاست کی اساس نمائش و پروپگنڈہ اور ذاتی نفع اندوزی پر ہے، اس کو ایسا رواج اور عموم حاصل ہوگیا اور وسائل ابلاغ و اعلام سب اس کے ایسے وکیل و نمائندہ بن گئے کہ اس کے اثرات سے کوئی محفوظ نہ رہ سکا حتیٰ کہ اس کے اثرات سے خالص دینی و دعوتی کام کرنے والے لوگ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ اور ان میں بھی کرنے سے زیادہ نمائش و ظاہر پرستی کا عنصر غالب آگیا، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں بھی نفع اٹھانے کا رجحان پیدا ہوگیا ہے، کبھی منصب و شہرت کی شکل میں اور کبھی مال و دولت کی شکل میں اور نفع حاصل کرنے کا مزاج ہی وہ چیز ہے جو باہم حسد و کینہ کے جراثیم کو جنم دیتی ہے، اور پھر وہ سب کچھ ہونے لگتا ہے جو ایک منکر آخرت قوم کرتی ہے۔ ذرا اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات ہوئی اور روٹھ گئے اور اس بری طرح روٹھتے ہیں کہ قومی و ملی مفاد کو یکسر نظر انداز کر کے ایسے اقدامات کرنا شروع کر دیتے ہیں جس سے اس تحریک و ادارہ ہی کو نہیں جس سے یہ منسلک تھے بلکہ پوری ملت کو نقصان پہونچتا ہے اور کبھی کبھی تو بات الزامات اور پھر جوابی الزامات تک پہونچ جاتی ہے جس کا حاصل سوائے جگ ہنسائی اور دینداروں پر سے اعتماد اٹھ جانے کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ شہرت و نمود اور پھر اس سے آگے بڑھ کر مفاد پرستی کے اس مزاج نے قوم و ملت کو ناقابل قیاس حد تک نقصان پہونچایا ہے اس مزاجی کیفیت نے مسلمانوں سے مل جل کر اور متحد ہو کر کام کرنے کی صلاحیت سلب کر لی ہے۔

یہ مزاج تو خدا فراموش بلکہ منکر قوموں کا ہے کہ انھیں جو کچھ کھونا یا پانا ہے وہ اسی دنیا تک محدود ہے ان کی عزت و شہرت کا سارا مدار یہی فانی دنیا ہے اس لئے اگر غیر مسلم قوموں میں یہ بات پائی جائے تو حیرت کی بات نہیں، لیکن جس قوم کے سر پر كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کا تاج ہو اور جس قوم کا ایمان و یقین یہ ہو کہ ہمیں اپنے کئے کا صلہ کسی اور دنیا میں لینا اور پانا ہے تو اس کو قومی اور ملی مفاد کے کاموں میں ان خطوط پر ہی چلنا ہوگا، جن پر چل کر ہی قوم و ملت کو فائدہ پہونچ سکتا ہو اور انسانیت کا بھلا ہوتا ہو خود کو کوئی فائدہ خواہ نام نمود کی شکل میں ہو یا جاہ و منصب کی شکل میں پہونچے یا نہ پہونچے۔

مگر ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے مسلمان اپنی ان ساری قدروں کو بھول گئے ہیں یا خواہشات و مرغوبات کا ان پر اتنا غلبہ ہوگیا ہے کہ اس کے سامنے اعلیٰ سے اعلیٰ مقصد اور قومی و ملی ضرورت ناقابل التفات ہو جاتی ہے۔

یہی وہ مزاجی کیفیت ہے جو ایک جماعت و طبقہ کے لوگوں کو ہدف ملامت بنانے اور ان کے کاموں میں نقائص و عیوب نکالنے بلکہ ان کو زیادہ سے زیادہ شہرت دینے پر آمادہ کرتی ہے اور پھر اس کے جواب میں دوسری جماعت اور طبقہ بھی میدان جہاد میں اتر پڑتا ہے جس کے نتیجہ میں سلبی کاموں ہی کو فروغ حاصل ہوتا جاتا ہے اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ سلبی کام کرنے والے لوگ اس کو مثبت کام ہی تصور کرتے ہیں، سیاست و ظاہر پرستی کی اس ہماہمی میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ذہنوں سے یہ بات نکل گئی ہے کہ آج کے بعد کل بھی ہے، اس دار العمل کے بعد دار الجزا بھی ہے کہ چند روزہ مفاد کی خاطر یا اپنی آن کی خاطر قوم و ملت کے مفاد کو خطرہ میں ڈالا جائے، تنقید و احتساب قومی اور ملی زندگی کے لئے ضروری چیز ہے لیکن اس کے حدود کیا ہیں اس کا جاننا ضروری ہے۔ یہ تنقید و احتساب اگر محض اپنی نمائش اور دوسرے کی تحقیر و تذلیل کے جذبہ سے ہے، قومی مفاد پیش نظر نہیں تو اس سے ہزار بار ڈرنا چاہئے کہ کہیں یہ ذلت و حقارت اپنے سر نہ پڑ جائے، ایسا بہت ہوتا ہے کہ آدمی اس دھوکہ میں کہ

میں تو تنقید و احتساب کا مفید فریضہ انجام دے رہا ہوں پوری عمر سلبی اور قوم و ملت کو نقصان پہونچانے والا کام ہی کرتا رہتا ہے اور آج کے بعد جب کل آئے گا تو وہ بارگاہ خداوندی میں اس سلبی کام ہی کی سوغات پیش کر سکے گا جو سراسر حسرت و ندامت ہی ہوگی۔

ہماری تاریخ میں کل کو مدنظر رکھ کر کام کرنے کی بڑی سبق آموز مثالیں ہیں جو ہمارے لئے منارۂ نور اور سنگ میل کا کام کرتی ہیں ہمیں ان سے روشنی حاصل کرنی چاہئے نہ یہ کہ موجودہ حالات و سیاست کے اس دھارے میں بہہ کر زندگی گذارنے کی راہ اپنائی جائے جو خیر امت کی روشن پیشانی پر داغ بنے ہم کچھ تو سوچیں کہ ہماری تاریخ کیا ہے ہمارے اسلاف نے کیا نمونے چھوڑے ہیں۔

جنگ قادسیہ کے موقع پر امیر المومنین حضرت عمرؓ اپنی بیتابی اور بے چینی میں جنگ کی تازہ صورت حال جاننے کے لئے مدینہ سے نکل کر باہر جاتے تھے کہ شاید وہاں سے کوئی آئے اور اس سے پوچھیں کہ کیا پوزیشن ہے اسی حالت میں انھوں نے دیکھا کہ ایک سوار چلا آرہا ہے اس کے ساتھ انھوں نے پیادہ پا دوڑنا شروع کیا۔ اس نے جلدی جلدی تفصیل سنانی شروع کی کہ فلاں شہید ہوا، فلاں نے ایسا کارنامہ انجام دیا۔ یہ سب کہنے کے بعد وہ کہنے لگا کہ کچھ وہ بھی ہیں جنھوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور شہادت پائی جن کو امیر المومنین جانتے نہیں یہ سنتے ہی سیدنا حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہنے لگے، عمرؓ کیا چیز ہے اگر عمرؓ نہیں جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے، ہماری اسلامی تاریخ میں ایسے ہزاروں خدا کے بندے گذرے ہیں جنھوں نے ہر نام و نمود سے صرف نظر کر کے صرف مخلوق خدا کو راہ دکھانے اور اپنے مالک کو راضی کرنے کی نیت سے کام کیا، جس کے اثرات نہ جانے کہاں کہاں اب بھی پائے جاتے ہیں اور ان کے کاموں کا فائدہ اب بھی جاری ہے مگر ان کو اللہ کے سوا نہ لوگ جانتے ہیں نہ تاریخ میں ان کا ذکر ملتا ہے ان خاصان خدا کی تعداد بھی بے شمار ہے کہ انھوں نے خدا کے ساتھ اخلاص اور بندوں کے ساتھ اخلاق ہی کا معاملہ رکھا اور تاریخ میں اچھے نقوش ثبت کر گئے ان کے پیش نظر کام ہی ہوتا تھا نام و شہرت نہیں، وہ کرتے بہت کچھ تھے اپنے کو مٹا دیتے تھے، اپنا سب کچھ لٹا دیتے تھے، مگر اس کی ذرا پرواہ نہ ہوتی تھی کہ لوگوں نے جانا یا نہیں، تاہم ان کو شہرت ہوئی، ان کے کارناموں کو تاریخ نے رکارڈ کیا کہ وہ آنے والی نسلوں کے لئے سنگ میل اور چراغ راہ کا کام دیں۔ تاریخ اسلام کے حسین و دلکش گلدستہ میں ایسے ملوک و سپہ سالار بھی ہیں۔ علماء و مشائخ بھی۔ اداروں اور تحریکوں کے بانی و مؤسس بھی ہیں اور اداروں اور تحریکوں میں جی جان سے کام کرنے والے کارکن بھی، اس طرح کہ ادارہ اور تحریک کے مفاد کو مقدم رکھتے تھے اور اپنے مفاد و ضرورتوں کو مؤخر، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ملت اسلامیہ کو برابر نئی طاقت اور توانائی حاصل ہوتی رہتی۔

اب ہم عین معرکۂ جہاد میں حضرت خالدؓ کی معزولی کا واقعہ دہراتے ہیں اور اپنے قارئین کو تو قومی و ملی کارکنوں کو اس پر غور کرنے کے لئے قلم کو آگے چلانے سے روکتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ایک جنگ کے موقع پر جب حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی کا پروانہ بھیجا تو اس پروانہ کو پڑھ کر حضرت خالدؓ کے جوش جہاد میں ذرا بھی فرق نہ آیا وہ اسی جوش و حوصلہ کے ساتھ لڑتے رہے۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ کو معزول کر دیا گیا ہے پھر بھی آپ اسی جوش و جذبہ کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے جو جواب دیا اس کو ہر دینی و ملی خادم اور مسلمان رہنما کو اپنے لوح دل پر لکھ لینا چاہئے کہ ملت اس وقت جن حالات سے دوچار ہے ان حالات میں اس کی شدید ضرورت ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں عمرؓ کے لئے نہیں لڑ رہا تھا میں تو خدا کے لئے لڑ رہا تھا اور اس کا خلق پہ سالار ہونے اور سپہ سالاری سے معزول کر دیئے جانے سے نہیں۔"

(بقیہ) حاشیہ۔
عزم مصمم اور قوت فیصلہ

پیشہ وکالت ترک کر کے اور سیتاپور سے لکھنؤ منتقل ہو کر اپنی پوری زندگی اور توانائیاں مسلمانوں کی دینی تعلیم کے مسئلہ اور دینی تعلیمی کونسل کے لیے وقف کر دیں اور ایک سپاہی و رضا کار کے انداز میں سب کشتیاں جلا کر ایسے مسئلہ کے آستانے پر آکر پڑ گئے جو ان کے نزدیک مسلمانوں کی موت و حیات کا مسئلہ تھا اس دینی تعلیم کے مسئلہ کے علاوہ وہ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کے غالباً سب سے بڑے وکیل و ترجمان اور اس کے لیے سینہ سپر تھے۔

۲ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو انھوں نے جان جان آفریں کے سپرد کی۔ اس مخلصانہ اور رضا کارانہ خدمت کے سلسلہ میں مولانا محمود الحسن صاحب عثمانی کا نام لینا بھی مناسب بلکہ ضروری ہے جنھوں نے اپنی زندگی کے آخری سال دینی تعلیمی کونسل کی خدمت و تبلیغ اور اس کی تنظیم و اشاعت میں گذارے اور اسی مشغولیت میں انھوں نے ۵ نومبر ۱۹۸۵ء کو وفات پائی۔

بچوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کا طریقہ

بچے والدین کے پاس قوم کی امانت ہیں

از: افادات امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

بچوں کی تربیت کے لیے مؤثر طریقہ اختیار کرنا نہایت اہم اور ضروری ہے کیوں کہ بچہ والدین کے پاس خدا کی امانت ہے اور اس کا دل ایک عمدہ، صاف اور سادہ آئینہ کی مانند ہے جو بالفعل اگرچہ ہر قسم کے نقش و صورت سے خالی ہے لیکن ہر طرح کے نقش و اثر قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے اور جس چیز کی طرف چاہو مائل کیا جا سکتا ہے چنانچہ اگر اس میں اچھی عادتیں پیدا کی جائیں اور اسے علم پڑھایا جائے تو وہ بھی ایسی ہی عمدہ نشو و نما پا کر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر لیتا ہے اس کے ثواب میں اس کے والدین اور استاد وغیرہ بھی حصہ دار ہو جاتے ہیں۔ اگر اس میں بری عادتیں پیدا کی جائیں اور جانوروں کی طرح بے قید چھوڑا جائے تو وہ بد اخلاق ہو کر تباہ ہو جاتا ہے جس کا وبال گناہ اس کے والی اور سرپرست کی گردن پر پڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے اہل و عیال کو آگ (جہنم) سے بچاؤ۔"

اور جب کہ باپ اپنے بچہ کو دنیا کی آگ سے بچاتا ہے تو بطریق اولیٰ اس پر لازم ہے کہ اسے آخرت (جہنم) کی آگ سے بچائے اس کا طریقہ یہی ہے کہ اسے آداب اور تہذیب سکھائے اور محاسن اخلاق کی تعلیم دے، برے ساتھیوں اور مشغولیت سے اس کی حفاظت کرے۔ اور اس کے دل میں بناؤ سنگار، زیب و زینت، تن آسانی اور آرام طلبی کی رغبت نہ بیٹھنے دے، ورنہ وہ بڑا ہو کر انہی حقیر چیزوں کی طلب اور جستجو میں اپنی عمر عزیز کو ضائع کر کے ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائے گا بلکہ لازم ہے کہ باپ ابتداء سے اس کی کڑی نگرانی اور دیکھ بھال کرتا رہے۔

حلال غذا کی ضرورت:

بچے کی پرورش کرنے اور اسے دودھ پلانے کے لیے بھی کوئی نیک خو اور دیندار عورت مقرر کرے جو رزق حلال کھاتی ہو، کیونکہ جو دودھ رزق حرام سے پیدا ہوتا ہے اس میں کوئی خیر و برکت نہیں ہوتی۔ بلکہ جب حرام کے دودھ سے بچہ کی پرورش ہوتی ہے تو اس کے مایہ خمیر میں خباثت رچ جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کی طبیعت شیطانی کاموں کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ جب بچہ میں نیکی و بدی کی تمیز کا شعور محسوس ہو تو اس کی نہایت ہی کامل نگہداشت شروع کر دیں۔ اس کا اندازہ حیاء کی ابتدائی علامات کے ظہور سے ہوتا ہے کیونکہ جب وہ اپنی عزت و شرف کو محسوس کر کے شرمانے لگتا ہے اور حیاء کی وجہ سے بعض کاموں کو چھوڑنے لگتا ہے۔ تو یہ صرف اس کی عقل ہی ضیاء اور روشنی کا نتیجہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ بعض کاموں کو برا اور دوسرے کاموں کے خلاف سمجھ کر ایسے بعض کاموں سے شرماتا ہے اور دوسرے بعض کاموں سے شرم محسوس کرتا ہے۔ یہی حیا کا احساس ہے جو اس پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور ایک بین علامت ہے جو اس کے اعتدال اخلاق اور دل کی صفائی پر دلالت کرتی ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ بھلائی برائی کا احساس پیدا کرنے والا شعور قدرت کی طرف سے اس امر کی بشارت ہے کہ وہ بچہ بالغ ہو کر کامل عقل والا ہوگا۔ اس لیے حیادار بچہ کو ہرگز آزاد نہیں چھوڑنا چاہئے۔ بلکہ اس کی حیا و تمیز سے مدد لیتے ہوئے اس کی خوب تربیت کرنی چاہئے۔

آداب طعام کا بیان

سب سے پہلے جو بری خواہش بچہ پر غلبہ کرتی ہے وہ زیادہ کھانے کی حرص ہے اس لیے اس کو کھانا کھانے کے آداب سکھانا نہایت ضروری ہے مثلاً یہ کہ وہ کھانا صرف داہنے ہاتھ سے کھائے۔ شروع سے بسم اللہ ضرور پڑھے۔ اپنے سامنے ہی سے کھائے۔ دوسروں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے، کھانے کی طرف دیکھتے ہی نہ لگ جائے اور نہ ہی کسی کھانے والے پر نظر جمائے۔ کھانے میں حد سے زیادہ جلدی نہ کرے اچھی طرح چبا کر کھائے۔ لگاتار لقمے منہ میں نہ ڈالے سالن وغیرہ سے ہاتھ اور کپڑے خراب نہ کرے بعض اوقات اسے خشک روٹی بھی کھلائی جائے تاکہ وہ سالن کو اس قدر ضروری نہ سمجھے کہ اس کے بغیر گزارہ ہی نہ کر سکے۔

اسی طرح اس کے سامنے زیادہ کھانے کی برائی بیان کی جائے مثلاً اس طرح کہ زیادہ کھانے والوں کو جانوروں سے تشبیہ دی جائے اس کے سامنے زیادہ کھانے والے بچوں کی مذمت اور کم کھانے والے تربیت یافتہ بچوں کی تعریف کی جائے

اسے کھانے میں ایثار کرنے یعنی اپنے ساتھیوں کی ضرورت کا خیال رکھنے کی طرف پوری توجہ دلائی جائے کھانے کی کم پرواکرنے اور ہر قسم کے سادہ کھانے پر قناعت کرنے کا خوگر بنایا جائے۔

آدابِ لباس کا بیان

اسی طرح رنگین کپڑوں اور ریشمی لباس کے بجائے اس کے دل میں سفید کپڑوں کی محبت و رغبت پیدا کی جائے۔ اور اچھی طرح اس کے ذہن نشین کیا جائے تاکہ ایسے کپڑے پہننا عورتوں اور ہجڑوں کا کام ہے۔ شریف مردوں کو اس سے نہایت نفرت ہے۔ ایسی باتیں اسے وقتاً فوقتاً عام طور پر کہی جایا کریں۔ اور ماں باپ وغیرہ کا فرض ہے کہ جب کسی بچہ کو ریشمی یا رنگین کپڑا پہنے ہوئے دیکھے تو اس کے سامنے اس کی خوب مذمت کرے اور اس کے دل میں اس کی نفرت بٹھائے اور اسے ان تمام بچوں کے میل جول سے محفوظ رکھیں جو خوشحالی، آرام طلبی اور فاخرہ کپڑے پہننے کے عادی ہوں اور ہر اس شخص کی محبت سے بھی اسے محفوظ رکھیں جو اسے ایسی مرغوب چیزوں کی باتیں سنائے جو بچہ ابتدائی اٹھان کے وقت ایسی باتوں میں آزاد چھوڑا جاتا ہے وہ بڑا ہو کر عام طور پر بداخلاق، جھوٹا، چور، چغل خور، ضدی، بے ہودہ گو ہنسی مخول کرنے والا، مکار، فریبی، اور بیوقوف ثابت ہوتا ہے۔ ان تمام خرابیوں سے محفوظ رکھنے کا واحد ذریعہ صرف عمدہ تعلیم و تربیت ہی ہے۔ اس کے بعد بچہ کو مکتب میں داخل کرنا چاہیے تاکہ وہ قرآن و حدیث پڑھے۔ اللہ کے نیک بندوں کے حالات اور سوانح و حکایات کا علم حاصل کرے تاکہ بچپن ہی سے اس کے دل میں نیک لوگوں کی محبت کی جڑ لگ جائے۔

شعر و شاعری :

اس کو عشقیہ اشعار اور عاشقی مزاج شاعروں سے بھی محفوظ رکھئے اور وہ ایسے ادیبوں سے بھی الگ تھلگ رہے جو یہ سمجھتے ہوں کہ ایسی شعر گوئی زندہ دلی اور لطافت طبعی کی علامت ہے کیوں کہ یہ بچوں کے دلوں میں فساد اور خرابی کا بیج بونے والی چیزیں ہیں۔

نیکی کی تحسین اور برائی سے روکنے کا طریقہ

پھر جب کبھی بچہ سے کوئی عمدہ خصلت یا قابلِ تعریف فعل ظاہر ہو تو باپ کو چاہیے اسے شاباش کہے اور ایسا انعام دے جس سے وہ خوش ہو جائے اور لوگوں میں اس کی تعریف کرے پھر اگر کبھی وہ اس کے خلاف کر بیٹھے تو مناسب ہے کہ ان سے بے خبری ظاہر کرے۔ نہ تو اس کی بے عزتی اور تذلیل اور نہ ہی اس کی غلطی کو نمایاں کرے بلکہ اسے یہ بھی معلوم نہ ہونے دے کہ وہ اپنے سامنے اس کا ایسی جرأت کرنا بھی سمجھتا ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ بچہ خود ہی اپنی غلطی کو ڈھانپنے اور چھپانے کی کوشش کرتا ہو۔ کیوں کہ بسا اوقات کسی غلطی کا اظہار کرنا اس کے زیادہ بے باک ہو جانے کا باعث ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ اپنے عیب ظاہر ہونے کی پروا بھی نہیں کرتا۔ اگر ایسی عاقلانہ احتیاط کے باوجود وہ دوبارہ ایسی حرکت کرے تو مناسب ہے کہ اسے تنہائی میں جھڑکا جائے اور اس فعل کی برائی اس پر خوب ظاہر کی جائے اور کہا جائے کہ خبردار اس کے بعد ایسی بری حرکت ہرگز نہ کرنا، خدانخواستہ اگر تیری اس غلطی کا کسی کو پتہ چل گیا تو لوگوں میں رسوا اور بدنام ہو جائے گا (وغیرہ وغیرہ علیٰ ھذا القیاس)

زیادہ جھڑکنے کے نقصانات

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اسے زیادہ نہ جھڑکا جائے کیونکہ اس سے بچہ میں طعن و ملامت سننے کی عادت اور غلطیوں کا ارتکاب کرنے کی جرأت بڑھتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس کے دل میں پند و نصیحت کی وقعت بھی جاتی رہتی ہے۔ اسی طرح باپ پر لازم ہے کہ اس سے بات چیت کرنے میں اپنے رعب اور ہیبت کو قائم رکھے اور صرف کبھی کبھی ہی جھڑکا کرے، اور ماں کو چاہیے کہ (کسی بات پر ضد کرنے) کے موقع پر اسے باپ سے ڈرائے اور بری باتوں سے سختی سے منع کرے۔

سونے کے آداب و لوازم

دن کو سونے سے منع کرے کیونکہ اس سے سستی پیدا ہوتی ہے البتہ اسے رات کو سونے سے نہ روکا جائے لیکن نرم بستر سے بہر حال روکا جائے تاکہ اس کے اعضاء مضبوط ہوں۔ اور بدن بھدا نہ ہونے پائے جس کی وجہ سے وہ آرام کے بغیر نہ رہ سکے، بلکہ اسے سخت بستر پر سونے، موٹے جھوٹے کپڑے پہننے اور سادہ خوراک کھانے کی عادت ڈالی جائے، جو کام وہ چھپا کر کرتا ہو اس سے روکا جائے کیونکہ اس کام کو برا سمجھنے کی وجہ سے تو چھپاتا ہے۔ اس لیے اگر اسے نظر انداز کیا گیا تو وہ اس برے کام کا عادی ہو جائے گا۔ اسی طرح دن کو چلنے پھرنے اور ورزش کرنے کی عادت بھی ڈالی جائے تاکہ وہ کاہل اور سست نہ ہو جائے لیکن اس امر کی نہایت احتیاط رکھی جائے کہ وہ اپنا سر، ٹانگیں، گھٹنے، رانیں وغیرہ ہرگز ننگی نہ کرے، نہ بہت جلدی چلے، نہ ہی اپنے ہاتھوں کو ڈھیلا ڈھالا رکھے بلکہ انھیں اپنے سینے سے ملا کر چست رکھے۔

تکبر اور غرور کی ممانعت

اپنے ساتھیوں کے سامنے ماں باپ کی ملکیت میں سے کسی چیز پر فخر کرنے، اپنے کھانے پینے کی چیزوں، کپڑوں، حتیٰ کہ تختی اور دوات تک پر اترانے سے بھی منع کیا جائے۔ اپنے ہر ساتھی سے انکساری اور تعظیم کی روش اختیار کرنے کو کہا جائے۔ پاکیزہ گفتگو کا عادی بنایا جائے۔ اور دوسرے بچوں سے کوئی چیز نہ لینے دی جائے اگر کسی مالدار کا لڑکا ہو تو اسے یوں سمجھایا جائے کہ عزت اور سربلندی دینے میں ہے لینے میں نہیں، بلکہ لینا تو کمینہ پن، ذلت اور فرومائیگی ہے، اگر غریب کا لڑکا ہو تو اسے سکھایا جائے۔ کہ لالچ کرنا اور کسی سے کچھ لینا اپنی توہین اور رسوائی کا باعث ہے۔ اور کتے کی سی خصلت ہے کہ وہ لقمہ کے انتظار اور لالچ میں دم ہلاتا رہتا ہے۔ اسی طرح بچہ کو سونے اور چاندی سے نفرت اور سانپوں اور بچھوؤں سے زیادہ ان کی محبت سے خوف دلاتا رہے، کیونکہ سونے چاندی کی محبت اور طمع بچوں بلکہ بڑوں کو بھی زہروں کی آفت سے زیادہ نقصان پہنچانے والی ہے،

آدابِ مجلس و آدابِ کلام

نیز اسے سکھایا جائے کہ مجلس میں نہ تھوکے، نہ ناک صاف کرے، نہ کسی کے سامنے جمائی لے، نہ کسی کی طرف پیٹھ کرے اور نہ پیر پر پیر رکھے اسی طرح اپنی ہتھیلی کو ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر یا اپنے سر کو بازو کا سہارا دے کر بھی نہ بیٹھے کیونکہ یہ سب کاہلی اور سستی کی علامتیں ہیں، غرضیکہ اسے بیٹھنے کا طریقہ بھی سکھایا جائے۔ زیادہ باتیں کرنے سے روکا جائے اور اچھی طرح ذہن نشین کرایا جائے کہ یہ سب بے شرمی کی باتیں ہیں اور ذلیل لوگوں کے بچوں کے کام ہیں، نیز سچی ہو یا جھوٹی ہر قسم کی قسم کھانے سے بالکل منع کر دیا جائے تاکہ اسے بچپن ہی سے قسم کھانے کی عادت نہ پڑ جائے اسی طرح گفتگو میں بہل کرنے سے بھی روکا جائے اور اس امر کی عادت ڈالی جائے کہ صرف جواب دینے کے لیے بولا جائے اور وہ بھی صرف بقدرِ سوال۔ جب کوئی شخص اس سے باتیں کر رہا ہو تو اچھی طرح سنے اور اپنے سے بڑے کے لیے اٹھ کر جگہ خالی کرے اور پھر ادب سے اس کے سامنے بیٹھ جائے۔ اسی طرح بچہ کو بیہودہ گوئی، فحش کلامی، لعن طعن دشنام دہی، گالی گلوچ سے روکے، اور ایسی باتیں کرنے والوں کے میل جول سے منع کرے، کیوں کہ برے ساتھیوں کی بری باتیں بچے پر ضرور اثر ڈال کر رہتی ہیں۔ بچوں کی تربیت کا اصل راز تو انھیں برے ساتھیوں سے محفوظ رکھنے ہی میں مضمر ہے۔

صبر و تحمل :

یہ بھی ضروری ہے کہ جب بچے کو استاد مارے تو نہ چیخے چلائے، نہ شور و شغب برپا کرے اور نہ ہی کسی کی سفارش کا سہارا ڈھونڈے بلکہ صبر و تحمل سے کام لے، یہ بات سمجھانے کے لیے بچے سے یوں کہا جائے کہ دیکھو صبر کرنا بہادر مردوں کا طریقہ ہے۔ اور چیخنا چلانا، رونا پیٹنا، ناتوانی اور کمینہ لوگوں اور عورتوں کا کام ہے۔

ورزش کی اہمیت و فوائد

نیز اسے پڑھنے کے بعد کسی عمدہ کھیل کی اجازت بھی ضرور دی جائے جس سے وہ مکتب کی تکان دور کر کے راحت و آرام کر سکے لیکن اتنا نہ کھیلنے دیا جائے کہ کھیلنے سے ہی تھک جائے کیونکہ بچے کو کھیل کود سے کلیتاً روک کر صرف پڑھنے پڑھانے میں دبائے رکھنا۔ اس کے دل کو مردہ، ذہانت کو باطل و ناکارہ اور اس کی زندگی کو مکدر کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ تعلیم سے بالکل ہی جان چھڑانے کے لیے حیلے اور بہانے تلاش کرنے لگ جاتا ہے۔ ؎

نہ تفریط بہتر نہ افراط اچھی
توسط کے درجے میں ہر بات اچھی

بزرگوں کی تعظیم کے آداب

یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ بچے کو والدین، اساتذہ اور ہر شخص کی جو عمر میں اس سے بڑا ہو، رشتہ دار ہو یا نہ ہو، سب کی فرمانبرداری کرنا سکھایا جائے۔ اور یہ بھی بتایا جائے کہ وہ ان کی طرف عزت کی نگاہوں سے دیکھے اور ان کے سامنے کھیل کود کو ترک کر دے۔ جب وہ سن بلوغ کو پہنچے تو اسے طہارت و پاکیزگی میں سستی نہ کرنے دی جائے۔ اور نماز ترک کرنے پر چشم پوشی کا برتاؤ ہرگز نہ کیا جائے۔ نیز رمضان کے بعض دنوں میں اسے روزہ بھی رکھوایا جائے۔ دیبا و ریشم سونا چاندی پہننے سے بالکل الگ رکھا جائے اور حسبِ مناسب شریعتِ اسلامیہ کے حدود و تعزیرات سمجھائے جائیں، چوری، حرام خوری، خیانت بد دیانتی، جھوٹ اور بے حیائی اور نوخیزی کے دوران بچوں کی طبیعت میں پیدا ہونے والی تمام بری باتوں سے خوب اچھی طرح ڈرایا جائے، جب کسی بچے کی بچپن سے ہی ایسی اٹھان ہوگی تو بلوغ کے قریب پہنچنے تک وہ ان امور کے اسرار و حقائق بخوبی سمجھ سکے گا۔

غذا کے متعلق عمدہ تخیل

پھر اس دور میں اسے سمجھایا جائے کہ جس قدر بھی حلال غذائیں ہیں، یہ بھی ایک طرح کی دوائیں ہی ہیں۔ اور ان سے صرف یہ مقصود ہے کہ انسان انھیں کھا پی کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر سکے۔

دنیا کی بے ثباتی

یہ بات بھی عوام ذہن نشین کرائی جائے کہ دنیا بذات خود ایک غیر مقصود اور بے اصل بے ثبات اور فنا ہو جانے والی چیز ہے۔ موت اس کے سب نعمتوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اور یہ صرف ایک گذرگاہ ہے۔ سکون و قرار کا مقام نہیں لیکن عالم آخرت حقیقی امن و سکون کا مقام اور قرار و اطمینان کی جگہ ہے اور موت ہر وقت دنیا کی زندگی کو ختم کر دینے کی تاک میں لگی ہوتی ہے۔

عقلمند کون ہے؟

عقلمند فی الحقیقت وہ شخص ہے جو اس دنیائے فانی سے آخرت کے عالم باقی کے لیے زاد راہ اور نیکیوں کا سرمایہ فراہم کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے قبولیت کا اونچا درجہ نصیب ہو اور جنتوں کی وسیع جنتیں ملیں۔ اگر بچے کی نشو و نما اچھی ہوگی تو بالغ ہونے کے دوران یہ کلام اس کے نہایت مؤثر و خوش آئند اور دل میں گھر کرنے والا ثابت ہوگا۔ اس کے برعکس غلط طریقہ سے اس کی ذہنی نشو و نما ہونے کی وجہ سے اس میں بیہودگی، بے حیائی، زیادہ کھانے کی خواہش، عمدہ لباس کی طمع، آرائش و زیبائش کی علت، ناز و نخرا اور تکبر و غرور کی خصلت پیدا ہو چکی ہوگی۔ تو اس کا دل اس حقیقت کے قبول کرنے سے اسی طرح انکار کر دے جس طرح خشک دیوار سوکھی مٹی کو قبول کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔

بچے کی فطرت اور والدین کا فرض

غرضیکہ ہمیں ابتدائی امور میں جن کا پوری طرح خیال رکھنا چاہیے۔ کیوں کہ بچے کا جوہر قلب

معاشرہ پر چغلخوری کے تباہ کن اثرات

چغلخوری کی برائی اور مذمت قرآن کریم و حدیث شریف میں کئی جگہوں پر بیان کی گئی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ نہایت خطرناک اور معاشرہ کی چول ہلا دینے والی بیماری ہے یہاں صرف ایک واقعہ نقل کر کے اس کی خطرناکی کو واضح کرنا مقصود ہے، ہمارے آج کے بگڑے ہوئے معاشرہ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں بہت کچھ دخل چغل خوری جیسے روگ کا ہے لہٰذا چغلخوری سے اجتناب ضروری ہے۔

امام غزالیؒ نے بروایت حماد بن سلمہ اس سلسلہ میں ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام بیچتے وقت خریدار کو بتایا کہ اس میں چغلخوری کا عیب ہے اور اس کے باوجود اس کو خرید لیا۔ چند ہفتے گذرے تھے کہ غلام نے اپنے آقا کی بیوی سے کہا کہ تیرے شوہر کو تجھ سے محبت نہیں ہے اور ممکن ہے کہ وہ تجھے طلاق دے کر دوسری شادی کرے۔ اگر تو اس کو اپنی محبت کا اسیر کرنا چاہتی ہے تو جب وہ سو جائے تو استرا لے کر اس کی گدی سے چند بال اتار کر مجھے دیدینا میں ان پر منتر پڑھوں گا اس عمل سے وہ تیری محبت کا اسیر ہو جائے گا۔ بیوی کو بھروسا کرنے کے بعد شوہر سے کہا کہ تیری بیوی نے ایک دوست بنا لیا ہے اور وہ تجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔ میری بات کا یقین نہ آئے تو آج سو کر دیکھ لو وہ تمہیں سوتے میں قتل کر دے گی۔ بہتر یہ ہے کہ آج سونا مت۔ بلکہ اس طرح لیٹ جانا جیسے سو رہے ہو اور پھر دیکھنا کہ وہ کیا کرتی ہے۔ شوہر نے اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے سونے کا ڈھونگ بنایا۔ عورت یہ یقین کرتے ہوئے کہ اب غفلت کی نیند سو گیا ہے استرا لیا اور گدی کے بال اتارنے کے لئے آگے بڑھی۔ شوہر نے ایک دم اٹھ بیٹھا اور استرا دیکھ کر اس کو یقین ہو گیا کہ یہ مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس نے غضبناک ہو کر بیوی کو قتل کر دیا۔ بیوی کے رشتہ داروں نے بطور انتقام شوہر کو قتل کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں قبیلے آپس میں لڑ پڑے اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ اللہ کی پناہ غور کرنے کا مقام ہے کہ چغلخوری نے کیا کارنامہ انجام دیا۔ اس واقعہ سے جہاں چغلخوری کی شناعت اور برائی معلوم ہوتی ہے وہیں اس کے اعتبار کرنے کی برائی بھی معلوم ہوتی ہے۔ اللھم احفظنا منہ۔

ایسا ہی پیدا کیا گیا ہے کہ خیر و شر اور نیک و بد دونوں کا اثر لے سکتا ہے اور یہ ماں باپ کا کام ہے اسے نیکی و بدی کے پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کی طرف مائل کر دیں۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

"کوئی بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔"

(بشکریہ الاعتصام لاہور، ۱۳ مارچ ۱۹۹۸ء)

آخر اسلام سے بیر کیوں؟

مولانا سید محمد ولی رحمانی ندوی
مترجم: مطیع الرحمن خان ندوی

[illegible] دنیا کو خوفزدہ کرنے کی جو مہم چلائی ہے اس سے پوری دنیا کے غیر مسلموں میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں، خواہ کسی طرح کی اسلامی سرگرمی اور تحریک خواہ وہ خالص ثقافتی، علمی اور اصلاحی مسائل سے متعلق رکھتی ہو، تعلیم و تربیت اور [illegible] اقتصادی بہبود، حتیٰ کہ بچوں کی تعلیم سے متعلق کوئی اسلامی جد و جہد ہو، ان کے ذہن و دماغ میں اس کے بارے میں فوراً شکوک و شبہات ابھرنے لگتے ہیں۔ صورت حال کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی ردعمل ان کے دلوں میں اسلام سے دہشت میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ مدارس و مساجد اور خانقاہیں بھی اب اس تک دہشت اور خطرے کے احساس سے محفوظ نہیں۔ نماز کے لئے لوگوں کا اجتماع یا افطار کے لئے اکٹھا ہونا بعض ہیبت زدہ دلوں کے اندر کیا کا انجام کے پیش نظر بہت خطرناک اسلامی عمل تصور کیا جاتا ہے اور اس طرح کے اجتماعات ان کے نزدیک بانی گروہوں سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ ترکی کے نجم الدین اربکان کی جماعت سے ملاقات اور افطار پارٹی کا انعقاد ان کے جرائم کی فہرست میں شامل ہے جس کی وجہ سے ان کی پارٹی اور حکومت تک کو تحلیل کرنے کا اقدام عمل میں [illegible]

یہ تیسری بات ہے کہ تحریک اسلامی اور اسلامی بیداری کے لئے سرگرم عناصر اور اس کی تعلیمات پر کاربند افراد اور دین اسلام کے لئے سرفروش مجاہدین اور اصحاب نیت و محبت کی تعداد اگرچہ [illegible] اور طاقت ور ہو [illegible] کیا جاتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ دعوت اسلامی کی راہ میں سرگرم اور اسلامی بیداری کے لئے سرفروش افراد کی تعداد ابھی بہت محدود ہے [illegible] ہیبت و خوف اور دہشت و استیلاء اور سیاست و حریت کے حملہ سائل پر دست تصرف رکھتے ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ انہیں خوف اسلام اور اسلامی بیداری کے لئے سرگرم عمل بھر مسلمانوں سے ہے اور [illegible] اسلام کا [illegible] ہے [illegible] ان کے نزدیک اسلام کے وہ بہترین [illegible] ہیں جو اس کے علم و تشدد اور انسانی حقوق کی پامالی کی ہرگز کبھی نہیں کرتے۔

حد درجہ بڑھی ہوئی خوف و دہشت کا یہ نفسیات اور جذبات ہر اسلامی عمل کا دہشت زدگی کے ماحول میں جائزہ لیتی ہے اور اس کو دوسری رنگ دیتی ہے اور دنیا کے سامنے اسے اس طور پر پیش کرتی ہے گویا اسلام ایک ایسی دین ہے جو پوری دنیا کو اپنے نام اس تہذیبوں میں بھلائے جانے کا۔ بین الاقوامی رسائل اور اخبارات سیاسی خبریں، مضمون اور [illegible] تحریروں میں خون و دہشت کی اس نفسیات کی پوری چھاپ نظر آتی ہے۔

اس نفسیات کی ایک مثال ایک مشہور انگریزی اخبار میں شائع شدہ ایک خط ہے جس میں پاکستان کی تحریک کے واقعات پر مضمون نگار نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اسلامی [illegible] اسلام پر حاوی ہوتی ہے اس لئے کہ جو لوگ اپنے عالموں میں دینی بالادستی رکھتے ہیں وہ اپنے مقاصد کے مطابق دین کی تشریح کرتے ہیں اور مختلف طرح کے فتاویٰ صادر کرتے ہیں۔ فتاویٰ نوجوانوں کے دماغ کو متاثر کرتے ہیں اور مضمون نگار کے نزدیک مدرسہ کی علماء کی وجہ سے پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمارے نظریہ اسلام کی روشنی سے ہم آہنگ ہے۔ مضمون نگار نے نشان دیتے ہوئے لکھا کہ نومبر ۱۹۹۰ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں منعقد اسلامی کانفرنس اور اس میں شریک دنیا کے مختلف ملکوں کے اسکالر کی بھی مذمت کی جن میں نمایاں صدر برہان الدین ربانی اور امام مسجد اقصیٰ تھے۔ اور مضمون نگار اس کانفرنس میں تاویلوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا گیا اور اسلامی معاشرہ سے تاویلوں کے اخراج کے سلسلے میں اس میں حکومت پاکستان کی قرارداد کی تائید بھی کی گئی۔ مضمون نگار لکھتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ایک مشکل یہ ہے کہ

وہ خود کسی تنقید اور اعتراض کو برداشت نہیں کرتے، لیکن اس کے برخلاف وہ اپنے خلاف ہر آواز کو دبا دینا چاہتے ہیں، اس نے مزید کہا کہ "یہ تنگ نظری مسلم قوم کے مختلف فرقوں کے درمیان ٹکراؤ کا سبب ہے" اس لیے کہ ہر مسلک کے لوگ دوسروں کو قتل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

کیونیوز نامی ہفت روزہ اخبار میں ایک مضمون نگار مسلم خاتون کا مضمون برطانیہ میں آباد یہودیوں کے مابین بڑے اختلاف اور نزاع کا سبب بن گیا جس میں مضمون نگار سمیہ حسین نے مسجد اقصیٰ پر یہودیوں کی یلغار کے نتائج سے باخبر کیا ہے، اس نے لکھا ہے کہ اس طرح کے زیادتیوں کے نتیجہ میں دنیا میں ہر جگہ مسلمانوں میں شدید ردعمل کا پیدا ہونا ایک فطری بات ہے۔

اس مضمون پر احتجاج کرتے ہوئے "جویش کرانیکل" نامی برطانوی یہودی اخبار نے اپنے تازہ شمارہ میں یہ الزام عائد کیا ہے کہ سمیہ نے برطانیہ میں یہودیوں کے قتل و غارت پھیلانے کی سازش کی ہے اس طور پر کہ وہ برطانوی مسلمانوں کی نئی نسل کے اندر بزعم خویش دہشت گردانہ افکار کو جنم دینا چاہتی ہے۔

سمیہ حسین نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ صہیونی مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو منہدم کرنے کی کوششوں میں ہیں اور دونوں کی جگہ وہ اپنے دعوے کے مطابق ہیکل سلیمانی نصب کرنا چاہتے ہیں اور اس نے اس جانب اشارہ کیا کہ یہ عمل موجودہ زمانہ میں یہودیوں اور مسلمانوں کے مابین خطرناک تقابل کا سبب بن سکتا ہے، اس نے دو اسرائیلی اکیڈمیوں کے اس قول کو نقل کیا ہے کہ اقصیٰ میں آگ بھڑکانے سے پوری دنیا کے کروڑوں مسلمان بھڑک اٹھیں گے، اور وہ عبرانی سلطنت کے خلاف جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے، بین الاقوامی امور سے متعلق ہارورڈ سینٹر کے محققین اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کے خلاف یہودیوں کی پلاننگ تیسری عالمی جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔

خاتون مضمون نگار کہتی ہیں کہ "اگر تشدد یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کے انہدام کے سلسلہ میں اپنے عزائم کی تکمیل اور اپنی پلاننگ کے نفاذ کی کوشش کی تو ان کے پہلو بہ پہلو یورپ میں آباد مسلمان اور پوری دنیا کے مسلمان اس زیادتی کے نتیجہ میں ان کے خلاف برافروختہ ہو جائیں گے۔

اسلام دشمن مصنفین اور محققین کی یہ عادت بن چکی ہے کہ اسلامی معاشرہ میں پیش آنے والے کسی بھی ردعمل کے نتیجہ میں اسباب و محرکات پر غور کئے بغیر وہ اسلام کی مذمت پر اپنی توجہ مرکوز کر دیتے ہیں، ذرا بھی نہیں غور کرتے کہ ردعمل کا ظہور جس حلقہ میں ہوا ہے وہ واقعی اسلامی معاشرہ ہے بھی، اور اسلامی تعلیمات پر کاربند ہے یا وہ خود مغرب سے مرعوب معاشرہ ہے؟ اور کیا اس ردعمل کا مذہب اسلام سے کوئی تعلق ہے؟ یا یہ انفرادی یا شاذ واقعہ ہے، یا پھر یہ کسی سازش کا نتیجہ ہے یا اس کے کچھ نسلی اسباب و عوامل ہیں اور وہ خاندانی معاملہ ہے؟ اس وقت پوری دنیا میں مختلف انداز میں مختلف مذاہب اور جماعتوں کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں جو یہودیوں ہندوؤں اور مسیحی سوسائٹیوں میں پیش آتے رہتے ہیں جو شخص ترقی یافتہ ممالک سے کچھ بھی واقف ہے وہ اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ وہاں کے جرائم کا تناسب ان ملکوں سے جو دینی اور اخلاقی تعلیمات کے حامل ہیں کہیں زیادہ ہے، اور تربیت سے متعلق افراد بخوبی واقف ہیں کہ مغربی میڈیا ہی جرائم اور تشدد کی اشاعت کا مرکز ہے اور غیر ملکی اٹلی جنس خاص کر مرکزی امریکی اٹلی جنس کا پوری دنیا میں خونریزی اور دہشت گردی میں ہاتھ ہوتا ہے، حکومتوں کے نظام کی اتھل پتھل، مختلف گروہوں میں جھڑپوں اور سیاسی قتل و غارت میں سراسر یہی ایجنسیاں ملوث ہوتی ہیں یہ وہ باتیں ہیں جن کا واقعات کے بعد سیاسی تجزیہ نگار اعتراف کرتے ہیں، اور اب بعض مضمون نگار دنیا میں امن و امان کو درہم برہم کرنے اور مسائل کو بڑھاوا دینے میں امریکا کی مذمت بھی کرنے لگے ہیں۔

جو لوگ اسلام اور اس کی تحریک اصلاح و تربیت اور زندگی میں برپا کرنے والے اس کے انقلاب کی مخالفت کرتے ہیں، وہ تین طرح کے ہیں۔

۱۔ پہلا طبقہ وہ ہے جس نے اسلام کو مذہب ہی تسلیم نہیں کیا اور وہ اس کی خوبیوں اور انسانی زندگی میں اس کی اصلاحی صلاحیت سے واقف ہی نہیں، نہ تو اس نے ان اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہے جسے اسلام نے ایک نظام زندگی کے طور پر انسان کو عطا کیا ہے، جس کی روشنی سے بھٹکتی انسانیت اپنے کو ہمیشہ رنگ و نور سے بھرتی رہی اور خود مغرب کے بعض مصنفین نے جس کا اعتراف و اقرار کیا ہے۔

۲۔ دوسرا وہ طبقہ ہے جو اسلام کی اہمیت سے واقف ہے اور دلوں کو مسخر کرنے اور اسلام کی اشاعت کی صلاحیت سے بھی وہ واقف ہے، اور وہ اسلام کو نظام زندگی اور اپنے افکار و رسومات کے لئے ایک بڑا خطرہ تصور کرتا ہے، یہ طبقہ اپنے افکار و نظریات

کی حفاظت اور بقا، کی خاطر اسلام پر ریشہ دوانی کرتا ہے، اسلام دشمنوں میں سب سے خطرناک یہی طبقہ ہے، اس لئے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کی ہر تدبیر اپناتا ہے اور مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کرنے اور ان کے مابین نفرت کے بیج بونے کی جملہ تدابیر اپناتا ہے اسی کے ساتھ وہ مختلف اسلامی جماعتوں اور قوموں کے درمیان بھی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور ان میں خلیج پیدا کرنے کے تمام حربے اپناتا ہے، یہ طبقہ اپنی سرگرمیوں کو چھپاتا نہیں بلکہ علی الاعلان انھیں انجام دیتا ہے اور وہ اپنے تمام کرتوتوں اور مختلف اسلامی جماعتوں کے درمیان کشمکش کو فروغ دینے کا کھلم کھلا اعلان کرتا ہے، اور وہ تمام اختلافی و نزاعی افکار کو غذا فراہم کرتا ہے۔

۳۔ تیسرا طبقہ مغربی تہذیب و ثقافت کا پروردہ مسلمانوں کا وہ طبقہ ہے جس کی غلط ماحول میں پرورش ہوئی اور اس کے اندر اسلام سے نفرت و کراہیت بھر دی گئی ہے، اس لئے کہ اس کی تعلیم و تربیت کے دور ان اسے اس کی تلقین کی جاتی رہی، اس طبقہ میں حکمراں، فوجی قائدین اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور کارکن حضرات ہیں جو اہم عہدوں پر فائز ہیں، اس کی جانب عیسائی مبلغ انا مالیگن نے اشارہ کیا ہے کہ "عصری تعلیم گاہیں نئی نسلوں کے اندر الحادی تعلیم کی اثر پذیری میں بڑی طاقتور قوت کی حامل ہیں، ایک دن آئے گا کہ ان تربیت گاہوں میں تیار کئے ہوئے افراد اپنے ملکوں کے رہنما اور قائد ہو جائیں گے"۔

مسلمان داعیوں کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ان تینوں طبقوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایک منصوبہ اور خاکہ تیار کریں جس میں حالات کی پوری رعایت ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان دوسری زبان میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور مغربی ثقافت سے لبریز ان افراد کو مخاطب کرنے میں کوتاہ رہے، جن کے ذہن و دماغ کو اسلام دشمنوں نے مسموم کر دیا تھا، ان کی نگاہوں کے سامنے صرف وہی تحریریں ہوتی ہیں جو اسلام دشمن ان کے لئے لکھتے ہیں، اس لئے ان کے ذہنوں سے اسلام کی کراہیت محو نہ ہو سکی تاہم چند پاک نفس لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جنھیں اصحاب صلاح و اصلاح کی صحبت کا موقع ملا۔ چنانچہ ان کا رجحان بدلا اور اسلام کے سلسلہ میں ان کی بدگمانی دور ہوئی۔

یہ اسلامی تحریکوں اور داعیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا ایک نصب العین مرتب کریں جس میں مخاطب افراد کے ماحول اور افکار و خیالات کی پوری رعایت ہو، ٹکراؤ اور اشتعال انگیزی کے بجائے حکمت عملی اور دانشمندی کے ساتھ اس پہلو پر کام کا آغاز کریں اس کے لئے ضرورت سے زائد جوش کے مظاہرے کے بجائے صبر و تحمل اور تدبر، اور طویل منصوبہ دعوت و اصلاح پر عمل کرنا ہوگا، ایک طرف شکوک و شبہات اور بدگمانی کی فضا کو کم کرنے کی ضرورت ہے، دوسری طرف خود مسلمانوں میں صحیح اسلامی منہج اور طرز زندگی کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

التربیۃ والمجتمع

از

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ناشر

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

صفحات: ۱۶۰، سائز ۲۳×۳۶/۱۶، قیمت ۳۵/-

خط و کتابت کرتے وقت

خریداری نمبر اور اپنا پتہ

صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں (ادارہ)

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر جنا، عطر گل، عطر کیوڑہ" اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔

ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

فون: ۳۴۴۴۵

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی — آئیڈیل پرفیوم سینٹر پرائیوٹ لمیٹڈ قنوج

عزمِ مصمم اور قوتِ فیصلہ

ملت اسلامیہ کی ایک اہم ضرورت

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

ذیل کا مضمون مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کا وہ خطبۂ صدارت ہے جس کو مولانا نے انجمن تعلیمات دینی علی گڑھ کے زیر انتظام ۲۶، ۲۷ اپریل ۱۹۹۸ء کو آل انڈیا دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس میں علماء، ادباء، دانشوروں اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی میں پڑھا۔ خطبہ علی گڑھ کے ویمنس کنونشن ہال میں پڑھا گیا جو کھچا کھچ بھرا ہوا تھا لوگ باہر بھی کھڑے تھے افادۂ عام کی غرض سے ہم اس کو ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

حضرات!

میں اپنے خطبہ کا آغاز قرآن شریف کی ایک چونکا دینے والی آیت سے کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْہِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰھًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ - ۱۳۳)

ترجمہ: بھلا جس وقت یعقوب علیہ السلام وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انھوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انھوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔

باوجود اس کے کہ یہ پیغمبروں اور پیغمبر زادوں کا گھرانہ تھا جس میں توحید اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کے سوا نہ کوئی تعلیم تھی نہ عمل، نہ ماحول اور فضا، پھر بھی عقیدہ اور عمل اور توحید خالص کی اہمیت اور فکر اور اپنی نسل کے اس عقیدہ و عمل سے دائمی وابستگی کے خیال سے کہ ؏

عشق است و ہزار بدگمانی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں پوتوں اور نواسوں کو جمع کر کے دریافت کیا کہ عزیزو! میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ ان فرزندوں اور نبی زادوں نے اس کے جواب میں یقیناً یہ کہا ہوگا کہ ابا جان، دادا جان، نانا جان! آپ نے ابھی تک ہم کو تعلیم ہی کیا دی؟ اور کس چیز کا پابند بنایا؟ یہی توحید خالص اور عبادتِ الٰہِ واحد، پھر آپ کو ہمارے مستقبل کے بارے میں کیوں شک ہے؟ کہ ہم آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی دوسرے راستہ پر پڑ جائیں گے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے زبان حال سے یہی کہا ہوگا۔ کہ فرزند دلبندو پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی جب تک دنیا سے یہ اطمینان لے کر نہ جاؤں گا کہ میرے بعد تم سب خدائے واحد کے پرستار اور دین ابراہیمی کے علمبردار ہو گے۔

حضرات!

آپ سلسلۂ ابراہیمی سے تعلق رکھتے ہیں، اس خاندان کا شیوہ اور شعار یہ رہا ہے کہ دنیا سے جانے سے پہلے اپنی نسل کے بقائے ایمان اور تعلق باللہ کا اطمینان اور ضمانت کر لی جائے اور دنیا سے جانے سے پہلے اولاد سے یہی عہد و پیمان لے کر جائے کہ دنیا میں جب تک رہنا ہے مسلمان بن کر رہنا ہے اور جب جانا ہے تو مسلمان کی حیثیت سے جانا ہے۔

وَوَصّٰی بِھَآ اِبْرٰھِیْمُ بَنِیْہِ وَیَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ - ۱۳۲)

ترجمہ: اور یہی وصیت کر گئے ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب، اے بیٹو! اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین پس نہ مرنا مگر مسلمان۔

نہ صرف یہ عہد و پیمان ضروری ہے بلکہ اس کے لیے وسائل کا مہیا کرنا، اس کو ممکن اور آسان بنانے کی تدبیریں اختیار کرنا اور اس کا اطمینان حاصل کر لینا بھی ضروری ہے، اسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کا امتحان لیا، اور اپنا پڑھایا ہوا سبق سنا۔

حضرات! بحیثیت اس مذہب کے متبع اور داعی کے ہم پر اور ہر مسلمان پر یہ فرض ہے

کہ ملک کی تعلیمی تبدیلیوں کا بغور جائزہ لیتے رہیں اور ہر وقت ان پر نظر رکھیں اور یہ دیکھتے رہیں کہ ان کا اثر ہمارے مذہب، ہماری نسلوں کے دل و دماغ اور ان کی دینی و اخلاقی مستقبل پر کیا پڑے گا۔ میں یہ صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا مذہب بہت سے دوسرے مذاہب کے برخلاف بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور بہت زیادہ متاثر کرتا ہے، اور یہ اس کا نتیجہ ہے کہ وہ ایک زندہ اور ذی شعور مذہب ہے، زندہ ہستی متاثر بھی ہوتی ہے اور مؤثر بھی جو وجود زندگی کھو چکا ہوتا ہے، یا زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہو جاتا ہے، وہ نہ متاثر ہوتا ہے اور نہ مؤثر، ہم اپنے مذہب کے لیے یہ پوزیشن قبول کرنے کے لیے تیار نہیں کہ دنیا چاہے جتنی ہی بدل جائے، زندگی کے چاہے کیسے ہی نقشے بنیں نئی نسلوں کو ڈھالنے کے لیے کیسے ہی سانچے تیار ہوں ہمارے مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہم بدستور مذہبی فرائض ادا کرتے رہیں گے اور انسان اور خدا کا رشتہ اسی طرح قائم رہے گا۔ ہمارا مذہب ایک پورا نظام حیات ہے وہ زندگی کے ہر شعبہ کے لیے متعین ہدایات اور احکام دیتا ہے اس لیے ہمیں ہر ملک اور ہر دور میں چوکنا رہنا چاہیے۔ اور یہ دیکھتے رہنا چاہیے کہ کیا ہمیں اپنے ذہنی، اخلاقی اور روحانی نشوونما کے لیے مناسب فضا اور سازگار ماحول میسر ہے یا نہیں، اور ہماری آئندہ نسلیں صحیح معنوں میں مسلمان رہ سکیں گی یا نہیں؟

پھر یہ بھی یاد رکھیے کہ اسلام صرف چند رسوم اور تقریبات کا نام نہیں۔ چند عبادات تک بھی مخصوص نہیں بلکہ یہ مکمل زندگی گذارنے کا طریقہ اور کامل دین ہے، ایک مختصر جملہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مستقل تہذیب ہے، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا کوئی مخصوص طرز زندگی اور اس کی کوئی مستقل تہذیب نہیں۔ لہٰذا دوسری قومیں اور دوسرے ممالک کے لوگ اسلام قبول کریں تو اسلامی عقائد کو لے لینا ہی کافی ہے تہذیبی اقدار کو لینے اور اختیار کرنے کی ضرورت میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ غیر اسلامی طرز فکر ہے، اسلام کو اصرار ہے کہ عقائد و اعمال کے ساتھ اس کا مخصوص طرز زندگی بھی اپنایا جائے۔ قرآن و سنت سے مخصوص طریقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک خاص طرح کی زندگی اور خاص طرح کی معاشرت چاہتا ہے، اسلام میں سونے جاگنے، کھانے پینے سے لے کر عائلی قانون، نکاح و طلاق اور وراثت تک کے متعین ضوابط و احکام، اور اسلام کا مطالبہ ہے کہ انھیں کے مطابق زندگی گذاری جائے اس کی خلاف ورزی نہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی باتوں سے لے کر انتہائی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں تک کی تعلیم دی اور صحابہ کرامؓ نے انھیں سیکھا اور برتا۔

پورے نصاب تعلیم کی تبدیلی اور ایک نئی تاریخ کی وضع و تدوین تو بڑے وسیع اور انقلاب انگیز منصوبے ہیں۔ رسم الخط (SCRIPT) کی تبدیلی ہی قدیم تہذیبی، علمی اور مذہبی سرمایہ سے رشتہ منقطع کر دینے اور ان سے بیگانہ بنا دینے کے لیے کافی ہے۔ آرنلڈ ٹوائن بی (ARNOLD TOYNBEE) نے جو اس زمانہ کا بڑا فلسفی اور مورخ ہے، لکھا ہے کہ "اب کسی کتب خانہ کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں، رسم الخط (SCRIPT) بدل دینا کافی ہے"۔ رسم الخط کی تبدیلی سے قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل ٹوٹ جائے گا۔ اور اس کی پوری تہذیب اس کے لیے بے معنیٰ ہو کر رہ جائے گی، پھر جس طرف چاہو اس کو لے جاؤ، جو چیز کسی ملت کو اس کے ماضی سے، اس کے مذہب سے، اس کی تہذیب سے، اس کے کلچر سے ملاتی ہے وہ رسم الخط ہے، رسم الخط بدلا نسل بدل گئی، آج ہندوستان میں یہی ہو رہا ہے فرقہ وارانہ فسادات محض ملک کو بدنام کرتے ہیں فائدہ ان کا کچھ نہیں ہے، تعلیم کا نظام بدلنا کافی ہے، آج سے ۶۰-۷۰ سال پہلے لسان العصر اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے کہا تھا ؎

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

اور اس سے زیادہ لطیف انداز میں انھوں نے اس حقیقت کو اپنے مشہور شعر میں بیان کیا ہے ؎

بول تحتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ان کے ذہن میں کالج کا وہ تصور رہا ہوگا جس میں صرف قبطی زبان پڑھائی جاتی ہو اور ایسی تاریخ جس میں فراعنہ کی الوہیت، ان کے غیر محدود و غیر مشروط اختیارات اور مصر کی دوسری نسلوں اور قوموں (بنی اسرائیل اور بیرون مصر سے آئی ہوئی قوموں) کی تحقیر آمیز تصویر اور نفرت انگیز تاریخ پیش کی گئی ہو۔

زبان اور رسم الخط بدل جانے اور ثقافتی و تعلیمی انقلاب سے کسی ملک میں جو عظیم و عمیق انقلاب آسکتا ہے، اور وہ ملک اگر اپنے عقائد، تہذیب و تمدن، علمی اشتغال و کمال، مساجد و مدارس کی کثرت و شان و شوکت کے لحاظ سے کسی خالص قدیم الاسلام (اسلامی تمدن اور عربی زبان کے حامل) کی حیثیت سے کسی قدیم اور خالص اسلامی ملک سے کم نہیں تھا۔ لیکن وہاں زبان اور رسم الخط کے بدل جانے اور دینی تعلیم موقوف کیے جانے کی وجہ سے وہ عقیدہ، عمل، زبان اور تمدن و ثقافت کے لحاظ سے بالکل خالص غیر اسلامی ملک بن گیا تو وہ اندلس (اسپین) ہے جس کے انقلاب حال کے لیے

علامہ اقبالؒ کا یہ مصرعہ کافی ہے ؎

اس کی فضا بے اذاں، اس کی زمیں بے سجود

اسپین میں ایسے روحانی پیشوا، علوم اسلامیہ اور عربی زبان میں کمال رکھنے والے اور علوم اسلامیہ میں ایسی مجتہدانہ تصنیفات، مستند و معیاری کتب حدیث کی شرحیں لکھنے والے پیدا ہوئے جن کی نظیر ہر عربی اللسان اور پیرو اسلام ملک میں بھی نہیں مل سکتی [1]

مذہب مالکی جو اندلس کا عمومی اور اکثریتی طبقہ کا فقہی مذہب تھا، اس کی پیروی اس ملک میں ایسی تھی کہ اس دور میں مذہب مالکی کا یہ فتویٰ اور فیصلہ تھا "عمل اھل قرطبۃ حجۃ" (اہل قرطبہ کا عمل بھی ایک شرعی دلیل ہے) اہل علم جانتے ہیں کہ مذہب مالکی کا یہ حکم اور فتویٰ اصلاً مدینہ طیبہ کے لیے تھا۔ اور اس کا یہ درجہ تھا کہ فقہ مالکی کا یہ فیصلہ ہے کہ "عمل اھل المدینۃ حجۃ" (اہل مدینہ کا عمل ایک شرعی دلیل اور معیار ہے) صدیوں سے یہ سرزمین اور پورا ملک جو دین کا نہ صرف پیرو بلکہ علمبردار، علوم اسلامیہ کا نہ صرف حامل بلکہ اس میں مجتہدانہ درجہ رکھنے والا تھا، اور جس کی سرکاری اور عوامی زبان عربی تھی، اس کی فضا یکسر بے اذان ہے اور اس کی مساجد تک (جن کی نظیر بڑے سے بڑے اسلامی ممالک میں بھی مشکل سے ملے گی) رکوع و سجود سے محروم ہیں۔

حضرات! اب اس داستان کو جس میں شکوہ و شکایت کا حصہ زیادہ ہے، مختصر کرتے ہوئے کہوں گا کہ ایک آزاد جمہوری حکومت کا جس کی بنیاد خالص حُبّ الوطنی، رضاکارانہ جذبۂ خدمت اور اس مشترک جنگ آزادی پر پڑی ہو جس میں ملک کے تمام شہری، اور اکثریت و اقلیت کے افراد دوش بدوش شریک رہے ہوں، سب سے عظیم و مقدس فرض یہ ہے کہ اس کی آبادی کے تمام عناصر اور اس کے مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو اس ملک میں اپنے اور اپنی نسل کے تحفظ کا پورا احساس اور مکمل اطمینان ہو، کسی حکومت کی ناکامی اور دستور کی خامی کی اس سے بڑھ کر مثال نہیں ہو سکتی کہ اس ملک کا کوئی شہری تحفظ کے احساس سے محروم ہو اور واضح رہے کہ ایک حقیقت پسند انسان کی حیثیت سے میں جب تحفظ کا لفظ بولتا ہوں تو اس سے مراد جسمانی و معنوی، نسلی و اعتقادی ہر طرح کا تحفظ ہوتا ہے، کہ محض جسمانی تحفظ، جسم و جان کی سلامتی، اور قتل و غارت گری سے حفاظت پر کوئی باشعور، باضمیر، صاحب عقیدہ اور صاحب تہذیب جماعت قانع اور مطمئن نہیں ہو سکتی ایسا تحفظ تو جنگل کے بعض جانوروں اور پرندوں کے لیے بھی کیا جاتا ہے اور وقتاً فوقتاً ان کی نسل و نوع کی حفاظت کے لیے سخت قوانین بنائے جاتے ہیں، مجھے معاف کیا جائے، مسلمانوں کا معیار اس بارے میں اور زیادہ بلند اور ان کی حس اس سلسلہ میں اور زیادہ تیز ہے۔ اس کا تعلق ان کے مذہبی معتقدات۔ ان کے اصول زندگی اور ان کے اس فہم و فکر اور نقطۂ نظر سے ہے، جو دین و دنیا، فوز و فلاح، فرد و جماعت کی کامیابی و سعادت کے بارے میں وہ رکھتے ہیں ان کا تقاضا ہے کہ ایک طرف اس ملک کے مسلمان آئینی جدوجہد کے تمام طریقوں سے کام لے کر، اور اجتماعی عزم و فیصلہ کی پوری طاقت سے اس ملک میں اپنے لیے حقیقی اور کامل تحفظ کی فضا پیدا کریں جس کے بغیر (مجھے کہنے کی اجازت دی جائے) وطن وطن نہیں غربت و مسافرت ہے، آزادی آزادی نہیں غلامی ہے، اور گھر چمن نہیں قید خانہ اور قفس ہے۔ اس سلسلہ میں ایثار و قربانی اور خطر پسندی کی بھی ضرورت ہے، کہ حکومت کی امداد سے جو ان مطالبات اور تغیرات کے ساتھ مشروط ہے پورے استغناء اور توکل اور اعتماد علی اللہ کے ساتھ معذرت کر دی جائے اور اس کو قبول نہ کیا جائے۔

دوسری طرف حکومت کو بھی اپنے رویّہ اور اس رجحان پر نظر ثانی کرنی چاہیے جو مجھی تعلیمی اداروں کو ختم کرنے اور مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو ان کی آزادی اور بنیادی شہری حقوق سے محروم کرنے کی شکل میں جو دستور ہند نے ان کو دیے ہیں، نمایاں ہو رہا ہے بلکہ اس سے ایک قدم آگے دستور ہند میں ترمیم کا خطرناک قدم بھی اٹھایا جا چکا ہے، اور اس طرح اقلیتوں کے لیے وہ آخری پناہ گاہ بھی ختم ہو رہی ہے جو کسی دستور اور جمہوری ملک میں پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ ملک کے آزاد و اقلیتی اداروں بلکہ مذہبی تعلیم گاہوں کو بھی سرکاری تعلیمی پالیسی اور اکثریت کے اعتقادات و روایات اور مذہبی نشانات کا پابند بنانے کے عزائم و اعلانات کا اظہار ہو چکا ہے، سرکاری اداروں، کالجوں اور اسکولوں میں ہندو دیومالا (HINDU MYTHOLOGY) پر مبنی کتابیں بھی نصاب میں داخل کی جا رہی ہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ ان تعلیم گاہوں میں جن میں مسلمان بچے بڑی تعداد میں تعلیم پاتے ہیں۔ وندے ماترم کا گیت پڑھنا ضروری قرار دیا جا رہا ہے

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو علامہ کردعلی کی کتاب عربی میں "خطط الاندلس وحاضرھا" اردو میں "عبرت نامۂ اندلس" جلد اول و دوم، مصنفہ پروفیسر رانجر ہارٹ ڈوزی، ترجمہ مولوی عنایت اللہ دہلوی، ناظم دارالترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی۔ مطبوعہ بستان ادب لاہور۔ پاکستان نیز اخبار الاندلس از مولوی خلیل الرحمان صاحب

جو اسلامی نقطۂ نظر بلکہ عقائد کے لحاظ سے واضح اور اور طاقتور شرکانہ گیت ہے، سامعین کی معلومات کے لیے اس کا ترجمہ اردو میں پیش کیا جا رہا ہے۔

تو ہی میرا علم ہے، تو ہی میرا دھرم ہے، تو ہی میرا باطن ہے تو ہی میرا مقصد، تو ہی جسم کے اندر کی جان ہے، تو ہی بازوؤں کی قوت،

دلوں کے اندر تیری ہی حقیقت ہے، تیری ہی محبوب مورتی ہے، ایک ایک مندر میں، تو ہی دُرگا دس مسلح ہاتھوں والی تو ہی کملا ہے، کمل کے پھول کی بہار، تو ہی پانی ہے، علم سے بہرہ ور کرنے والی۔ میں تیرا غلام ہوں، غلام کا غلام ہوں، غلام کے غلام کا غلام ہوں، اچھے پانی، اچھے پھلوں والی مری ماں، میں تیرا بندہ ہوں، میں بھارت ماتا کی وندنا کرتا ہوں"

پھر ہندوستان کی تصویر کے سامنے سر جھکانے اور پھول چڑھانے کا ضابطہ بھی نافذ کیا جا رہا ہے، یہ ملک کو ایسی خطرناک منزل کی طرف لے جانے کا اقدام ہے جس کے تصور سے ایک محب وطن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے انھیں خطرات کی نشاندہی انھیں حقائق کو واضح اور دلنشین کرنے اور انھیں مقاصد کے حصول کے لیے آخری جدوجہد کرنے کی خاطر یہ دینی تعلیمی کونسل وجود میں آئی، اس خطرہ کا واضح طور پر احساس سب سے پہلے قاضی محمد عدیل عباسی صاحبؒ (علیگ) کو ہوا جو ایک ممتاز نیشنلسٹ اور کانگریسی مسلمان تھے، یوپی اسمبلی کے ممبر بھی رہے اور ڈسٹرکٹ بورڈ بستی کے اہم رکن و عہدیدار بھی ڈسٹرکٹ بورڈ کے اندر رہتے ہوئے اور خاص طور پر ایجوکیشن کمیٹی کے عرصہ تک چیئرمین رہنے کی وجہ سے اور پھر اپنی واقفیت، حقیقت پسندانہ ذہن اور اسلامی ضمیر و احساس کی وجہ سے انھوں نے اس خطرہ کو نہ صرف یہ کہ جلد ہی بھانپ لیا بلکہ یہ ان کے ذہن و اعصاب پر ایسا مستول ہو گیا کہ انھوں نے اپنی پوری توانائی اور اپنی تمام ذہنی صلاحیتیں اس پر مرکوز کر دیں، وہ عرصہ تک اپنے ضلع کے حدود ہی میں خطرہ کا مقابلہ اور مکاتب و مدارس قائم کرنے کا کام خاموشی سے کرتے رہے، ان کو ایک ایسا چٹکلا ہاتھ آ گیا جس سے وہ عام چندہ سے بڑی حد تک مستغنی ہو گئے۔ یہ چٹکلا چٹکی فنڈ تھا، انھوں نے یہ تحریک چلائی کہ ہر گھر میں کھانا پکاتے وقت ایک مٹھی آٹا ایک ہانڈی میں جو اس کے لیے مخصوص کر دی جائے ڈال دیا جایا کرے اس کو فروخت کر کے مقامی مکتب کا خرچ چلایا جائے، وہ اسی دائرہ کے اندر عرصہ تک محدود ہو کر کام کرنا چاہتے تھے لیکن جب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مرحوم، راقم سطور اور بعض دوسرے دوستوں کے سامنے وضاحت کے ساتھ یہ مسئلہ آیا تو ہم نے ان سے اصرار کیا کہ وہ اپنے اس دائرہ سے باہر قدم نکالیں اور اس سے باہر کر کے کم صوبائی پیمانہ پر انجام دینے کی کوشش کریں۔

ہماری گفتگوؤں کے بعد وہ اس پر آمادہ ہو گئے۔ اور انھوں نے ۳۰، ۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء کی تاریخوں میں بستی میں ایک صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس بلائی جس میں انھوں نے صرف صوبہ ہی نہیں بلکہ صوبہ کے باہر سے بھی ممتاز مسلمان دانشوروں، تعلیمی مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والوں، قومی و ملی کارکنوں اور تنظیموں کے سربراہوں کو بلایا، اس کے بعد مختلف و متعدد اہم مقامات میں اس کے سالانہ اجلاس (کانفرنسیں) ہوتے رہے جس میں اب علی گڑھ کا یہ شہرۂ آفاق تعلیمی و ثقافتی شہر شامل ہے، جس نے ایک تاریخ ساز رول ادا کیا ہے [1]

حضرات! قومیں خود فیصلہ نہیں کر سکتی دنیا کی ساری تدبیریں، حکمت و سائنس بلکہ طاقت ور سلطنتیں بھی اس قوم کی مدد نہیں کر سکتیں جن قوموں نے اپنے ضمیر کے ساتھ اپنے عقیدے، اور اپنے ایمان کے ساتھ ان اصولوں کے ساتھ جو ان کو جان سے زیادہ عزیز تھے، باقی رہنے کا فیصلہ نہیں کیا ان کا نام حرف غلط کی طرح لوح جہاں سے مٹا دیا گیا، دنیا جس کو تاریخ کہتی ہے یہ سلطنتوں کی تاریخ نہیں ہے، تہذیبوں کی تاریخ نہیں ہے، علم و دانش کی ترقی و فروغ کی تاریخ نہیں ہے، زبانوں کی تاریخ نہیں ہے۔ ایک جملہ میں یہ انسانی فیصلوں کی تاریخ ہے، فیصلوں نے سلطنتیں قائم کی ہیں، اور مٹا دی ہیں فیصلوں نے تہذیبیں پیدا کی ہیں اور تہذیبوں کا کلا گھونٹ دیا ہے، فیصلوں نے قوم کو دنیا کے ایک سرے سے اٹھا کر دنیا کے دوسرے سرے پر پہنچا دیا ہے۔ اور عزم و فیصلہ کی غیر موجودگی نے جیتی جاگتی، دوڑتی بھاگتی، زندہ اور توانا قوم کو بے جان مجسموں کی طرح باقی رکھا اور مُردوں کی طرح دفن کر دیا۔

نشاں یہی ہے زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
کمال صدق و مروت ہے زندگی ان کی
معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں
خودی کے مرد خود آگاہ کا جمال و جلال
کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں
حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہل جنوں کی تدبیریں

[1] قاضی محمد عدیل عباسی صاحب کو ایک سرگرم رفیق و معاون ظفر احمد صدیقی صاحب علیگ ایڈوکیٹ سیتاپور کی شکل میں مل گیا جنھوں نے اپنا کامیاب

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

امریکی وسائل اور اسرائیلی دماغ

نذر الحفظ ندوی

ادھر چند سال سے امریکی عدالت میں مشہور صیہونی تنظیم ایپاک (IPAK) کے خلاف مقدمہ چل رہا ہے، یہ مقدمہ واشنگٹن رپورٹ فار مڈل ایسٹ" نامی رسالہ کے ایڈیٹر اور سابق امریکی سفیروں نے دائر کیا ہے، اس مقدمہ میں یہ الزام لگایا گیا ہے کہ یہ تنظیم امریکہ میں غیر قانونی طور پر یہودیوں کے لئے فضا ساز گار بناتی ہے اور امریکہ میں قائم ایک سو ۲۶ سیاسی تنظیموں کی نگرانی اور ان کی مالی اعانت کرتی ہے، نیز دونوں سیاسی پارٹیوں کے امیدواروں اور امریکی صدارتی امیدوار کی مالی اعانت اس شرط پر کرتی ہے کہ وہ یہودی مفاد کی حفاظت کریں گے امریکی کانگریس کے دونوں ایوانوں کے ۵۳۵ ممبروں میں سے صرف دس ممبران ایسے ہیں جنھوں نے اس تنظیم سے مالی مدد نہیں لی۔ مسٹر رچرڈ کرٹس کا کہنا ہے کہ امریکی عدالت نے فیصلہ ان کے حق میں دیا ہے اور امریکی وزیر انصاف کو ہدایت کی ہے کہ ایپاک (IPAK) کو رجسٹرڈ نہ کیا جائے کہ وہ یہودی لابی کا کام کرتی ہے، واضح رہے کہ یہ تنظیم غیر قانونی طور پر قائم ہے جو امریکی تاریخ میں ایک انوکھی بات ہے۔

مسٹر رچرڈ کرٹس نے واشنگٹن میں فلسطین کے موضوع پر منعقد ایک سیمینار میں اس صیہونی تنظیم کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس کا سالانہ بجٹ پندرہ ملین ڈالر ہے، اسرائیلی حکومت بجٹ کے بڑے حصہ کو پورا کرتی ہے، اس لئے کہ اس تنظیم کی سرگرمیوں کے نتیجہ میں اسرائیل کو امریکہ سے سالانہ پانچ ہزار ملین ڈالر ملتے ہیں۔ مسٹر رچرڈ نے کہا کہ عام طور پر امریکی میڈیا یہ راگ الاپتا رہتا ہے کہ اسرائیل کو صرف تین ارب ڈالر سالانہ کی رقم ملتی ہے، جب کہ یہ حقیقت سے دور ہے، رچرڈ نے کہا کہ امریکی بجٹ سے الگ دوسری دفعات کے تحت اربوں ڈالر اسرائیل کو دیئے جاتے ہیں جن کا علم امریکی سینٹ کے اراکین کو بھی نہیں ہوتا حالانکہ ان ہی کی نگرانی میں یہ امداد دی جاتی ہے، اگر عوام کو اس غیر معمولی امداد کا علم ہو جائے تو وہ اپنے نمائندوں سے سوال کر سکتے ہیں کہ آخر وقتی امداد اسرائیل کو کیوں دی جا رہی ہے، اس لئے امریکی میڈیا، جس پر یہودیوں کی اجارہ داری ہے، اس حقیقت پر پردہ ڈالے رکھتا ہے، جب کہ صورت حال یہ ہے کہ امریکی صوبوں کو آبادی کے لحاظ سے فیڈرل حکومت سے جتنی مالی امداد ملا کرتی ہے اس سے کہیں زیادہ امداد اسرائیل کو ملتی ہے۔ ۱۹۹۶ء میں اسرائیل کو قرضوں کے علاوہ بیرونی امداد کے نام پر پانچ سو چھپن ملین ڈالر کی مدد دی گئی، اس کے علاوہ دو ارب ڈالر قرض کی ضمانت دی گئی۔

سابق امریکی صدور جان۔ ایف۔ کنیڈی اور لنڈن جانسن کے عہد میں نائب وزیر خارجہ جان بال نے اسرائیل کو دی جانے والی مدد کا تحلیل و تجزیہ کرتے ہوئے اپنی کتاب "امریکہ و اسرائیل" میں لکھا ہے کہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۰ء تک ہر سال امریکہ اسرائیل کو گیارہ ارب ڈالر دیتا آرہا ہے، بال کے اس دعوے کی کسی نے تردید نہیں کی۔ براہ راست امریکی امداد ہی سے مجموعی طور پر اسرائیل کو ۱۹۹۵ء تک باسٹھ ارب ڈالر مل چکے ہیں جیسا کہ اقوام متحدہ کے ترقیاتی شعبہ نے اعداد و شمار جاری کئے ہیں، یہ رقم اس امداد کے مساوی ہے جو امریکہ نے براعظم افریقہ، لاطینی امریکہ اور بحر کاریبی ملکوں کو ۱۹۸۶ء تک دی ہے۔ افریقی ملکوں کے ہر فرد کے حصہ میں ۴۳ ڈالر اور لاطینی امریکہ و بحر کاریبی کے باشندوں کو فی کس ۷۹ ڈالر ملے۔ جبکہ اسرائیل کے ہر فرد کو ۱۹۹۵ء تک گیارہ ہزار ڈالر ملے۔

اتنی غیر معمولی امداد پر سود اور اصل ابھی تک اسرائیل نے ایک ڈالر بھی امریکہ کی جھولی میں واپس نہیں کئے ہیں۔ بلکہ امریکی کانگریس کے ارکان ہمیشہ اسرائیل کو مفلس اور قلاش دکھا کر مزید مالی امداد کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں، ہنگامی امداد کے نام پر ۱۹۶۷ء، ۱۹۷۳ء اور ۱۹۹۱ء میں اسرائیل کو نقد امداد کے علاوہ جو قیمتی جنگی اسلحے دیئے گئے اس کا کوئی حساب نہیں۔

دوسری طرف امریکہ میں یہودی کمپنیاں اور اشخاص اسرائیل کو امداد کے نام سے جو رقم دیتے ہیں ان پر ٹیکس میں چھوٹ دی جاتی ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کی تحقیق ابھی تک نہیں کی گئی کہ یہ رقم کب، کتنی اور کیسے اسرائیل کو دی گئی، امریکی یہودیوں کی یہ چال ہے کہ اس طرح وہ امریکی حکومت کو ٹیکس دینے سے اپنا دامن بچا لیتے ہیں۔ ذیل کے نقشہ پر نظر ڈالنے سے اسرائیل کو دی جانے والی مالی مدد کا ایک اندازہ مل جائیگا۔ ۱۹۴۹ء تا ۱۹۹۷ء:

- بیرونی امداد اور قرض کے نام پر چوہتر ارب پندرہ کروڑ ۷۶ لاکھ ڈالر۔
- دیگر امریکی قرض، بیرونی امداد میں سے ۱۲۲ ارب؛ نو ارب ۴۷ کروڑ، ۲۲ لاکھ سات ہزار دو سو ڈالر۔
- سابقہ ادائیگی سے حاصل منافع اسرائیل کو ملے: ایک ارب ۶۵ کروڑ ڈالر۔

کل میزان: ۸۴ ارب، پچاس کروڑ، ۴۸ لاکھ ۲۷ ہزار دو سو ڈالر۔

اس مجموعی رقم پر امریکہ جو سود ادا کرتا ہے: ۴۹ ارب، ۹۳ کروڑ، ۶۶ لاکھ ۸۰ ہزار ڈالر۔ اجمالی طور پر امریکی جو رقم اسرائیل کو اپنے ٹیکس میں سے دیتے ہیں: ایک کھرب، ۳۴ ارب، ۶۹ کروڑ ۱۵ لاکھ ۷ ہزار دو سو ڈالر بالفاظ دیگر ہر امریکی ٹیکس دہندہ ایک اسرائیلی کو ۲۳ ہزار دو سو چالیس ڈالر دیتا ہے۔

ناز پروردہ اسرائیل کو مندرجہ بالا مالی مدد صرف امریکہ نے مہیا کی ہے، اربوں اور کھربوں ڈالر کے قیمتی اسلحے اس مد میں نہیں آئے، ان کے علاوہ برطانیہ، فرانس، جاپان، جرمنی اور دیگر یورپی ملکوں نے جو بھیک دی ہے وہ کئی کھرب ڈالر ہے۔ خود اسرائیل نے یہودیوں کو ہلاک کرنے کے جرم میں تاوان کے طور پر جرمنی سے دس ارب ڈالر وصول کئے ہیں، ابھی مزید مطالبات باقی ہیں۔

عیسائی دنیا کے وسائل اور یہودی دماغ دونوں نے مل کر اسلامی دنیا کے خلاف جو محاذ کھول رکھا ہے اس میں سے صرف لبنان پر بمباری پر اسرائیل نے اب تک ایک ارب پچاس کروڑ ڈالر خرچ کئے ہیں، فلسطینیوں کے خلاف سالانہ دس ارب ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں، عرب ممالک میں جنس اور منشیات کو عام کرنے پر سالانہ ایک ارب پچاس کروڑ ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں، مغربی میڈیا کے ذریعہ اسلامی دنیا میں مخصوص اصطلاحات وضع کر کے انھیں رواج دینے پر سالانہ ایک ہزار ملین ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں، مسلمانوں بالخصوص عربوں کو بدنام کرنے کے لئے جو مخبرانہ مصنوعات اور میڈیا میں شائع کئے جاتے ہیں نیز جو فلمیں اور سیریز تیار کی جاتی ہیں ان کا کوئی حساب نہیں۔

ایک طرف امریکہ کی یہ شاہ خرچیاں دیکھئے دوسری طرف خود قرضوں کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ لیکن اس کا قرض بھی اس کے حجم کے اعتبار سے ہے، یعنی ۱۹۹۵ء میں امریکہ نو سے ٹریلین ڈالر کا مقروض تھا، اس قرض کو ادا کرنے کے لئے خلیجی ملکوں کو امریکہ نے نشانہ بنایا، چنانچہ عراق ایران کو آپس میں لڑا کر دونوں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کر کے آٹھ کھرب ڈالر کمائے۔ خلیجی جنگ میں سات سو ستر بلین ڈالر عرب ممالک نے خرچ کئے، ایک عرب ملک نے پندرہ سال تک کے لئے پیشگی اپنا پٹرول امریکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

عرب امارات نے عراق کی دھمکی سے پہلے چھ ارب ڈالر امریکی بینکوں میں منتقل کر دیئے ہیں، دوسری طرف امریکہ خلیجی ملکوں سے ۳۰ ارب ٹن سالانہ پٹرول حاصل کر رہا ہے۔ جس کی مصنوعات سے امریکہ ۴۴ کھرب ڈالر سالانہ کماتا ہے، اتنی آمدنی کے باوجود امریکہ یہ پروپیگنڈہ کرتے نہیں تھکتا کہ وہ خلیج کے دفاع پر ساٹھ ارب ڈالر سالانہ خرچ کر رہا ہے۔ اس آمدنی کے لئے امریکی حکام صدام حسین کے دل سے شکر گزار ہیں، بقول "نیوز ویک" کے اگر صدام نہ ہوتے تو ہمیں ایک صدام ایجاد کرنا پڑتا۔ صدام امریکہ کی ضرورت ہے۔ (نیوز ویک ۱۶ ستمبر ۱۹۹۶ء)

سوال یہ ہے کہ کیا ہم اتنے سادہ ہیں کہ اسی عطار سے دوا لینے پر مصر ہیں جس کے سبب بیمار ہوئے؟ یا حیف نام کی چیز ہمارے گھر سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکی ہے؟

بقیہ: شہدائے اسلام

پہنچنے پر حالات بدل جائیں گے اس لیے سفر جاری رہا۔ اور بالآخر وہ سب کچھ پیش آیا جو حکمت خداوندی میں مقدر ہو چکا تھا یعنی آپ مع اپنے ساتھیوں کے شہید کر دیئے گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ بہت ہی افسوسناک اور غمناک واقعہ ہے ہم کو چاہیئے کہ ہم شہدائے کربلا کو یاد کر کے اپنا ایمان تازہ اور پختہ کریں اور عہد کریں کہ جب بھی دینی اعتبار سے کوئی سخت وقت پیش آئے گا تو ہم حق پر جمے رہیں گے۔ اور ضرورت ہوگی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرح اللہ کی راہ میں جام شہادت پئیں گے مگر حق نہ چھوڑیں گے ہم کو چاہیئے کہ ہم شہدائے بدر، شہدائے احد، شہدائے حنین، شہدائے کربلا، اور جمیع شہدائے اسلام کو ایصال ثواب کر کے اپنے لیے ثواب مہیا کریں ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا کر کے اپنی مغفرت کا سامان کریں۔ لیکن ان کے لیے غم کی محفلیں نہ قائم کریں۔ مرثیہ خوانی، نوحہ بیانی اور سینہ کوبی نہ کریں کہ یہ سب گناہ کبیرہ ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے تعزیہ بنانا اور تعزیہ داری کرنا ایسے گناہ ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔ تعزیہ داری کو صرف ندوہ و دیوبند والوں ہی نے نہیں منع کیا بلکہ بریلوی علماء نے بھی اس کو حرام کہا ہے۔ بریلوی علماء نے تعزیہ داری اور اس کے متعلقات، پیک بنانا، ڈھول تاشا بجانا وغیرہ کے حرام ہونے کا فتوی بھی ریاستوں میں بھی چھاپا لہٰذا ہم اہلسنت کو چاہیئے کہ مروجہ عزاداری و تعزیہ داری جیسے گناہ سے فوراً توبہ کریں اور اس سے الگ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں کہ وہی توفیق دینے والے ہیں۔

جاپان میں اسلامی بیداری

ڈاکٹر صالح مہدی سامرائی کا بیان

ترجمہ: محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

جاپان میں اسلامک سینٹر کے روح رواں ڈاکٹر صالح مہدی سامرائی کی ایک خبر کے مطابق جاپان میں اسلامک سینٹر کے ذریعہ گذشتہ بیس سال کے اندر مختلف علاقوں میں اسلام پہنچ چکا ہے۔ اور ایسے ہزاروں افراد نے اسلام قبول کرکے ہدایت پائی ہے جو اسلام سے بالکل ناآشنا تھے اور آزادانہ زندگی گزار رہے تھے۔

اسلامک سینٹر کے ذریعہ مسلمانوں کو اسلامی معلومات بہم پہونچانے کے لیے دینی کتابوں کی نشر واشاعت کا کام بھی ہو رہا ہے۔ اور ہزاروں افراد اور نومسلم حضرات اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اب تک دعوت وتبلیغ اور اسلام کے موضوع پر چالیس کتابیں جاپانی زبان میں شائع ہو چکی ہیں اور ایک رسالہ بھی "الاسلام" کے نام سے جاپانی زبان میں شائع ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر صالح مہدی سامرائی کہتے ہیں کہ یہاں روزانہ ایک سو افراد اسلام قبول کر رہے ہیں۔ جو اسلام سے بالکل ناآشنا ہیں اور دوسرے مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں۔ جاپان میں اسلامک سینٹر نے مسلمانوں کو بنیادی اسلامی عقائد توحید نماز اور حسن سلوک وغیرہ کی تعلیم دینے کی طرف خاص توجہ دی ہے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو اسلامی ماحول میں تربیت کرنے کا اہتمام کیا ہے تاکہ وہ مستقبل میں اسلام کے داعی بن سکیں اور ان کے ذریعہ لوگ اسلام کی طرف راغب ہوں اور اسلام کو پہچانیں۔

ڈاکٹر سامرائی نے زور دیتے ہوئے بتایا کہ جاپان میں بہت سے عیسائی ادارے عالمی پیمانے پر عرصہ سے عیسائیت کی نشر واشاعت میں مصروف عمل ہیں، جن میں پروٹسٹنٹ فرقہ کے چوالیس اور کیتھولک فرقہ کے تیرہ ادارے بھی داخل ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے سیکڑوں اسکول اور ہزاروں عیسائی مبلغین اور گرجا گھر بھی ہیں جو عیسائی مذہب کے فروغ میں لگے ہوئے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود جاپانیوں کا اسلام کے بارے میں رویہ بہت نرم ہے۔ ڈاکٹر سامرائی نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ جاپانیوں کے اسلام کے سلسلہ میں اس نرم رویہ کو دیکھ کر ہی یہ حوصلہ بڑھا۔ اور ممکن ہو سکا بلکہ ان کے اندر یہ داعیہ پیدا ہوا کہ جاپان میں اسلام کی نشر واشاعت کے لیے ایک عظیم اسلامک سینٹر کی بنیاد رکھیں جس میں نومسلم جاپانیوں کے بچوں کے لیے ایک ادارہ قائم ہو جہاں اسلام کی ابتدائی اور سیکنڈری درجات کی تعلیم کا نظم ہو۔ اور ایک ایسا مرکز بھی ہو جہاں نومسلم جاپانیوں کو ہفتہ میں ایک دن جمع کرکے انھیں دینی امور اور احکام وتعلیمات اور دیگر اسلامی باتوں کی تعلیم دی جائے۔ اور ان کو وہاں صحیح اسلامی زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا جائے اور ایک مسجد تعمیر کی جائے تاکہ لوگ وہاں نماز پڑھ سکیں۔

ڈاکٹر سامرائی کہتے ہیں کہ وہ نومسلم جاپانیوں کے لیے اسلامی علوم وفنون پر مبنی ایک یونیورسٹی بھی قائم کریں گے تاکہ جاپان کے دور دراز علاقہ کے طلباء وہاں اسلامی علوم وفنون، شرعی احکام اور ٹکنالوجی وغیرہ کی تعلیم حاصل کرکے اسلامی تہذیب وثقافت کا تعارف اپنے خالی اوقات میں دوسروں سے کرا سکیں۔

ڈاکٹر سامرائی کہتے ہیں کہ اس پروگرام کو روبہ عمل لانے کے لیے ٹوکیو میں ایک مناسب اور وسیع آراضی دو لاکھ پچاس ہزار مربع میٹر (پچیس ہیکٹر) مل رہی ہے جس کی قیمت دو کروڑ ڈالر ہے۔

امید ہے کہ عنقریب ہی یہاں ایک عظیم اسلامی ادارہ کا قیام بھی عمل میں آجائے گا۔ فی الحال ایک مناسب آراضی تین لاکھ ڈالر میں حاصل کرلی گئی ہے

اسلامک سینٹر کے روح رواں ڈاکٹر سامرائی نے جاپانی مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس کار خیر میں رضاکارانہ طور پر تعاون کریں تاکہ سینٹر کے لیے آراضی کی خریداری ممکن ہو سکے اور اسلام کی خدمت کے لیے طے شدہ منصوبہ کے مطابق عمل کیا جا سکے۔

(الرائد ندوۃ العلماء لکھنؤ)

بمبئی میں
اعلیٰ معیاری مٹھائی: بیسکری مصنوعات
خصوصی مصنوعات
ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائناپل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ
شیرینی دنیا کا تاج
تاج کی مٹھائیاں
کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۴۰۱ کرناک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸ ۔

شہدائے اسلام کا مقام

اور

ہم پر ان کے حقوق

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم لوگ ان کی زندگی کو سمجھتے نہیں ہو۔ (بقرہ: ۱۵۴)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

(آل عمران ۱۶۹) **اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے (اے مخاطب) ان کو مردہ نہ خیال کر بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے قریب ہیں، روزی دئے جاتے ہیں۔**

بخاری ومسلم دونوں میں ایک روایت میں خبر دی گئی ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد وہاں سے کوئی بھی نکلنا نہ چاہے گا۔ لیکن شہید تمنا کرے گا کہ وہ دس بار دنیا میں پلٹے اور شہید ہو کر اس مرتبہ وعزت کو حاصل کرے جو اسے شہادت میں نصیب ہوئی۔

ان آیات اور حدیث نیز متعدد احادیث سے شہادت کی جو فضیلت ثابت ہوتی ہے اور شہادت کا جو مقام ظاہر ہوتا ہے اسے معلوم کرکے کون صاحب ایمان ہے جو شہادت کی تمنا نہ کرے گا۔ اوروں کو تو چھوڑیئے۔ خود محبوب خدا۔ اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں لڑوں اور قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں (تین بار ایسا فرمایا) (المؤطا)

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعا فرماتے تھے اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کی راہ میں شہید ہوں اور آپ کے رسول کے شہر میں وفات پاؤں (بعینہ دعا قبول ہوئی)

بڑے خوش قسمت تھے وہ لوگ جنھیں شہادت کا موقع ملا اور اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت سے سرفراز ہوئے، شہادت کی تین شکلیں ہیں ایک تو یہ کہ جہاد کے میدان میں لڑتے ہوئے آدمی مارا جائے، اس شہادت کے لیے میدان جنگ میں جانے والا تیار ہو کر جاتا ہے لہٰذا اس کی شہادت پر اس کے متعلقین زیادہ متأثر نہیں ہوتے۔ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، شہداء بدر وشہداء اُحد یا کسی بھی غزوہ میں یا جہاد کی لڑائی میں شہید ہونے والے اسی قسم کے شہید ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ شہیدوں کی دوسری شکل یہ ہے کہ کسی مؤمن بندہ کو کوئی بدبخت میدان جہاد کے علاوہ کہیں اور قتل کردے حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادت اسی طرح کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں، شہادت کی تیسری قسم یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کسی نے زہر دیدیا ہو یا اس کی وفات کسی ایسے مرض یا حادثہ میں ہوئی ہو جس میں وفات پانے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت بتایا ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت اسی قسم کی ہے اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

دوسری اور تیسری قسم کی شہادتیں چونکہ غیر متوقع طور پر پیش آتی ہیں اس لیے ایسی شہادت پر شہید کے متعلقین زیادہ متأثر ہوتے ہیں یہ ایک فطری بات ہوتی ہے لیکن اگر ان میں ایمان ہے تو وہ جلد ہی عملی طور پر بھی إنا للہ وإنا إلیہ راجعون کہنے لگتے ہیں۔

امت مسلمہ میں شہداء میں سب سے بڑا درجہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ہے جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سید الشہداء فرمایا، پھر خلفائے راشدین ہیں جو سب کے سب شہید ہیں، صحابۂ کرامؓ میں شہداء کی ایک بڑی تعداد ہے اور بعد کے شہداء کی تعداد کا احاطہ کرنا شاید ناممکنات میں سے ہے۔ ان کے درجات بلند ہیں، وہ اللہ کے خاص انعامات سے نوازے جا رہے ہیں۔ ان کو رزق خاص ابھی سے مل رہا ہے۔

ایسی اونچی روحانی شخصیات سے ہر صاحب ایمان اُنس ومحبت رکھتا ہے اور اگر کوئی صورت ہو تو ان سے تعلق بنائے رکھنا چاہتا ہے۔ ان سے محبت اور تعلق کا ایک طریقہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے وہ یہ کہ اگر مدفن معلوم ہو اور بسہولت ہو سکے تو ان کی قبر پر حاضری دے کر مسنون طریقہ پر ان کو سلام پیش کیا جائے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔ مغفرت تو ان کی ہو چکی لیکن اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی دعا کرنا اپنی مغفرت کا سامان مہیا کرنا ہے شہداء سے تعلق کا یہ وہ طریقہ ہے جو

[illegible]

[illegible] حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر منتج ہوئے ان کی شہادت پر تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہوئے پھر ان کی شہادت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ جو چوتھے خلیفہ ہوئے [illegible] حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پیش نظر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ کے حق میں دستبرداری اور صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت اسلامیہ کے پہلے فرمانروا اور امیر المومنین [illegible] کے ایک [illegible] حدیث کے مطابق یہ خلافت [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھا [illegible] تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا جائے گا۔ آپ کاتب وحی بھی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کے حقیقی بھائی بھی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے پہلے آپ کے [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین [illegible] مسلمان [illegible] اس لڑائی میں حضرت امیر معاویہ [illegible] کوئی [illegible] اجتہاد اور اجتہادی غلطیوں پر ہو گئیں، علماء کے [illegible] صفین کی لڑائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی غلطی پر مانا ہے لیکن کسی ذی علم مسلم بزرگ نے ان پر زبان طعن نہیں کھولی کہ اجتہادی غلطی والا بھی ایک ثواب پاتا ہے غلطی کی سزا نہیں پاتا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ میں حالات ایسے آ گئے کہ اس حال میں یزید کو ولی عہد بنانا ضروری سمجھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا [illegible] حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم، لیکن دوسرے اس وقت کے موجود صحابہ نے ظاہری طور پر اتفاق کر لیا، خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اہم صحابہ میں سے تھے اور حاکم وقت بھی تھے اس لیے اس ولی عہدی کا اتفاق کر لیا۔ الغرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال پر یزید تخت خلافت پر بیٹھ گیا۔ اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ باقی چاروں حضرات کا اختلاف باقی رہا۔ ان لوگوں سے بیعت کا مطالبہ ہوتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ ادھر اہل کوفہ نے چاہا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلا کر یزید کے مقابلہ پر خلیفہ بنا لیں اس کے لیے انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے۔ شروع میں آپ انکار کرتے رہے۔ لیکن جب لاتعداد خطوط اور متعدد وفود کے ذریعہ پہنچے تو آپ کوفہ جانے کو تیار ہو گئے۔ اپنے بھائی مسلم بن عقیل کے ذریعہ آپ نے تحقیق بھی کرا لی۔ اور پھر آپ کی روانگی کے بعد کوفہ والوں نے غداری کی جس کے نتیجہ میں حضرت مسلم شہید کر دیئے گئے۔ حسین کی واپسی کی اطلاع حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو راستہ میں ملی۔ لیکن بعض مصالح کی بنا پر آپ نے سفر جاری رکھا۔ آپ کے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے۔ اب تک یہی یقین تھا کہ کوفہ

(باقی ص ۱۹ پر)

جامعہ ازہر مصر میں تین ماہ

مشاہدات و تاثرات

محمد خالد ندوی جلالی پوری

(اخیری قسط)

صبح کو نو بجے مدینۃ البعوث کی خاص کاری سی کے ذریعہ جزیرہ کو روانگی ہوئی۔ اللجنۃ العلیا کے امین جناب رفعت عباد متولی نے پہلے تمام احباب کو بس میں آ کر دیکھا چونکہ بس بھری تھی سارے رفقاء کے لیے اس میں سیٹیں کافی نہیں تھیں اس لیے چند کرسیاں درمیان میں ڈال دی گئیں تاکہ جن لوگوں کو سیٹ نہیں مل سکی ہے وہ اس پر بیٹھ جائیں۔ امین اللجنۃ نے الوداع کہا اور ہم سب جزیرہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ ہمراہ فتحی اور رجب بھی تھے فتحی کے ذمہ قاعۃ المحاضرہ کی نگرانی اور شرکاء کی دیگر ضرورتوں کی ذمہ داری بھی ہے رجب کی حیثیت چپراسی کی ہے، دونوں ہی سے ہم سب گھل مل گئے تھے وہ بھی ہم لوگوں کا خیال رکھتے تھے

جزیرہ دریائے نیل کے مغربی جانب وہ مقام ہے جہاں فرعونی عہد کے عظیم باقیات پائے جاتے ہیں، دریائے نیل کے اس پار شہر کا بڑا حصہ دور تک پھیلا ہوا ہے۔ لیکن وہ بھی قاہرہ ہی میں شامل ہے۔ مغربی اور مشرقی دونوں حصوں پر مشتمل حصہ کو القاہرۃ الکبریٰ کہا جاتا ہے مشرقی حصہ میں دریائے نیل کی ایک چھوٹی سی شاخ الگ ہو کر نکلی ہے اس کے درمیانی حصہ کو نیل کہا جاتا ہے۔ اس حصہ میں گنجان آبادی ہے بڑے بڑے رہائشی کئی منزلے مکانات ہیں اور تجارتی منڈیاں بھی ہیں۔ ہم ٹیکسی سے ہوتے ہوئے دریائے نیل کے پہونچے۔ دریائے نیل کا منظر بہت دلکش و خوبصورت ہے اس کے دونوں جانب خوبصورت اونچے اونچے ہوٹل اور سرکاری عمارتیں بنی ہوئی ہیں قاہرہ ریڈیو اسٹیشن کی عظیم الشان عمارت بھی دریائے نیل کے مغربی کنارے پر واقع ہے جس میں مولانا عبدالعلیم ندوی جلالی کی اہلیہ، مولانا [illegible] عزیز عالم ندوی، عبدالسمیع ندوی، مولوی انوار الحق [illegible] اور موسوی اختیار قاسمی پروگرام ترتیب دیتے ہیں ٹھیک اس کے مغربی کنارے پر منارۃ قاہرہ واقع ہے۔ دیکھنے میں کسی جامع مسجد کا منارہ نظر آتا ہے اس میں روشنی کا مخصوص نظم کیا گیا ہے جس سے اس کا حسن مزید نکھر جاتا ہے۔ دریائے نیل میں رنگ برنگ کی کشتیاں نظر آئیں جن پر شام کے وقت سیر و تفریح کرنے والوں کی بھیڑ ہوتی ہے فی کس دو پونڈ یا کم از کم ایک پونڈ مصری اس پر سواری کے لیے دینا پڑتا ہے۔ دریائے نیل کی گہرائی اتنی ہے کہ بڑے بڑے تیرتے ہوئے ہوٹل جو کئی کئی منزلہ ہوتے ہیں اس میں لنگر انداز ہوتے ہیں۔ شام میں ان کی رونق بڑھ جاتی ہے ان میں عیش و عشرت کی ساری چیزیں فراہم کی جاتی ہیں دریائے نیل کا مغربی حصہ خوبصورت بنا ہوا ہے حکومت مزید اس حصہ کی جدید کاری کر رہی ہے، خوبصورت پارک بنا دیا اس میں نباتات کے ساتھ کیاریاں اور [illegible] لگی ہوئی ہیں۔ لائٹنگ کی وجہ سے وہ پورا حصہ فردوس بداماں محسوس ہوتا ہے۔ سیلانیوں کی بھیڑ بھاڑ کر اس فردوس ارضی میں

اہرامات

[illegible]

(بقیہ ص ۲۰ پر)

ہم اسلامی مسلک و تعلیمات کے معاملے میں کوئی سودا کرنے کو تیار نہیں

دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا خطاب

رپورٹ نمائندہ تعمیر حیات

موجودہ حکومت کی سرگرمیوں پر تشویش

آل انڈیا دینی تعلیمی کونسل کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے ایک ایسی فضا پر تشویش ظاہر کی جس میں تعلیمی نظام اور دستور ہند میں ایسی تبدیلیاں کرنے کا ارادہ ہے جس کا اثر بالعموم مختلف فرقوں اور اقلیتوں بالخصوص مسلم اقلیت پر پڑے اور اس ضمن میں انھوں نے حکومت سے مخاطب ہو کر کہا کہ اسے اپنے رویہ اور اس رجحان پر نظر ثانی کرنا چاہیے جو نجی تعلیمی اداروں کو ختم کرنے اور مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو ان کی آزادی اور بنیادی شہری حقوق سے محروم کرنے کی شکل میں جو دستور ہند نے ان کو دیئے ہیں نمایاں ہو رہا ہے۔ بلکہ اس سے ایک قدم آگے دستور ہند میں تبدیلیوں کا خطرناک قدم بھی اٹھایا جا چکا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مولانا نے اسے وقت کا تقاضا قرار دیا ہے کہ اس ملک کے مسلمان آئینی جدوجہد کے تمام طریقوں سے کام لے کر اور اجتماعی عزم و فیصلے کی پوری طاقت سے ملک میں اپنے لیے حقیقی اور کامل تحفظ کی فضا پیدا کریں جس کے بغیر وطن وطن نہیں، قید خانہ اور قفس ہے۔ اس سلسلے میں ایثار و قربانی اور خطر پسندی کی بھی ضرورت ہے کہ حکومت کی امداد سے جو ان مطالبات اور تغیرات کے ساتھ مشروط ہے۔ پورے استغنا، اور توکل اور اعتماد علی اللہ کے ساتھ معذرت کر دی جائے اور اس کو قبول نہ کیا جائے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا یہ مشاہدہ تخاطب اور مشورہ ان کے اس خطبۂ صدارت کا حصہ ہے جو انھوں نے ۲۶ اپریل ۱۹۹۸ء کو انجمن تعلیمات دین علی گڑھ کی دعوت پر دینی تعلیمی کونسل کے زیر اہتمام علی گڑھ میں ریاستی دینی تعلیمی کنونشن میں پیش کیا گیا اس کنونشن میں ریاست بھر سے بڑی تعداد میں مندوبین نے حصہ لیا جس کا افتتاح ممتاز عالم دین مولانا انظر شاہ کشمیری نے کیا۔

حضرت مولانا نے اپنے مزین خطبۂ صدارت میں جس کا آغاز سورۃ البقرہ کی ایک آیت سے کیا جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام آخر وقت میں یہ تلقین کرتے ہیں کہ ان کی اولاد خدائے واحد کی پرستار اور دین ابراہیمی کی علمبردار ہوگی۔ مسلمانوں کو یاد دلایا کہ وہ سلسلہ ابراہیمی سے تعلق رکھتے ہیں، جس خاندان کا شیوہ اور شعار یہ رہا ہے کہ دنیا سے جانے سے پہلے اپنی نسل کے بقائے ایمان اور تعلق باللہ کا اطمینان اور ضمانت کر لی جائے کہ دنیا میں جب تک رہنا ہے مسلمان بن کر اور جب جانا ہے تو مسلمان کی حیثیت سے، انھوں نے کہا کہ نہ صرف عہد و پیمان ضروری ہے بلکہ اس کے لیے وسائل مہیا کرنا اور اس کو ممکن اور آسان بنانے کی تدبیریں اختیار کرنا اور اس کا اطمینان حاصل کر لینا بھی ضروری ہے۔ اسی لیے حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کا امتحان لیا۔ انھوں نے کہا کہ بحیثیت اس مذہب کے متبع اور داعی کے ہم پر اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ملک کی تعلیمی تبدیلیوں کا بغور جائزہ لیتے رہیں اور ہر وقت اس پر نظر رکھیں اور دیکھتے رہیں۔ ان کا اثر ہمارے مذہب، ہماری نسلوں کے دل و دماغ اور ان کے دینی و اخلاقی مستقبل پر کیا پڑے گا کیونکہ ہمارا مذہب دوسرے مذہبوں کے برخلاف بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور متاثر کرتا ہے، حضرت مولانا نے کہا کہ جو قوم خود فیصلہ نہیں کر سکتی تو دنیا کی ساری تدبیریں حکومت و سائنس بلکہ طاقت ور سلطنتیں بھی اس قوم کی مدد نہیں کر سکتیں، جن قوموں نے اپنے ضمیر، عقیدے، ایمان، اصولوں کے ساتھ رہنے کا فیصلہ نہیں کیا وہ مٹ گئیں۔

حضرت مولانا نے اپنے خطبہ میں دینی تعلیمی کونسل کے قیام کے اسباب اس کے بانی قاضی عدیل عباسی اس سے وابستہ شخصیات ظفر احمد صدیقی علیگ ایڈوکیٹ، مولانا منظور نعمانی مولانا محمود الحسن عثمانی (مرحومین) کا ذکر کیا اور خود اپنی وابستگی بتائی۔

انھوں نے موجودہ صورت حال کا سرسری جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ پورے نصاب تعلیم کی تبدیلی اور ایک نئی تاریخ کی وضع و تدوین تو بڑے وسیع

منصوبے ہیں لیکن رسم الخط کی تبدیلی ہی قدیم تہذیبی علمی اور مذہبی سرمایہ سے رشتہ ختم کر دینے کے لیے کافی ہے جیسا کہ مشہور فلسفی اور مؤرخ آرنالڈ ٹوائنبی کا قول ہے کہ "اب کسی کتب خانے کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں رسم الخط بدل دینا کافی ہے اس سے قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل ٹوٹ جائے گا۔ پھر جس طرف چاہو اسے لے جاؤ جو چیز کسی ملت کو اس کے ماضی، مذہب اور تہذیب سے ملاتی ہے وہ رسم الخط ہے وہ بدلا تو نسل بدگئی اور ہندوستان میں یہی ہو رہا ہے فرقہ وارانہ فساد تو محض ملک کو بدنام کرنا ہے فائدہ ان سے کچھ نہیں، تعلیم کا نظام بدلنا کافی ہے، زبان اور رسم الخط کے بدل جانے سے اور ثقافتی و تعلیمی انقلاب سے کسی ملک میں جو انقلاب آسکتا ہے اور وہ ملک اپنی علمی اشتغال و کمال مساجد مدارس کی کثرت اور شان و شوکت سے کسی خالص قدیم الاسلام کی حیثیت سے کم نہیں، لیکن وہاں زبان اور رسم الخط بدل جانے اور دینی تعلیم موقوف کیے جانے کی وجہ سے خالص غیر اسلامی ملک بن گیا تو وہ اندلس (اسپین) ہے۔

دستور کا معاملہ

حضرت مولانا نے حکومت کو اپنے رویہ میں تبدیلی لانے اور دستور ہند میں تبدیلی کے رجحان کے ضمن میں کہا ہے کہ دستور میں تبدیلی کے اقدامات سے اقلیتوں کے لیے وہ آخری پناہ گاہ بھی ختم ہو رہی ہے جو کسی دستوری اور جمہوری ملک میں پائی جاتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ملک کے آزاد و اقلیتی اداروں بلکہ مذہبی درسگاہوں کو بھی سرکاری تعلیمی پالیسی اور کثرت کے اعتقادات اور روایات مذہبی نشانات کا پابند بنانے کے عزائم کا اعلان ہو چکا ہے، سرکاری اداروں، کالجوں، اسکولوں میں دیومالا پر مبنی کتابیں نصاب میں داخل کی جا رہی ہیں، وندے ماترم کا گیت ضروری قرار دیا جا رہا ہے، جو اسلامی عقیدے کے لحاظ سے مشرکانہ گیت ہے۔

حضرت مولانا نے اس داستان کو جس میں شکوہ و شکایت کا حصہ زیادہ تھا۔ مختصر کرتے ہوئے کہا کہ ایک آزاد جمہوری حکومت کا جس کی بنیاد خالص حب وطنی رضا کارانہ جذبۂ خدمت، اور مشترک جنگ آزادی پر پڑی ہو اور تمام شہری بلا تفریق مذہب و ملت، دوش بدوش شریک رہے ہوں، سب سے عظیم و مقدس فرض یہ ہے کہ اس کی آبادی کے تمام عنصر اور مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو اس ملک میں اپنے اور اپنی نسل کے تحفظ کا پورا احساس اور مکمل اطمینان ہو، کسی حکومت کی ناکامی اور دستور کی خامی کی اس سے بڑھ کر مثال نہیں ہو سکتی کہ اس ملک کا کوئی شہری تحفظ کے احساس سے محروم ہے۔

پُرعزم قراردادیں

آل انڈیا دینی تعلیمی کونسل کا دو روزہ ریاستی دینی تعلیمی کنونشن جو علی گڑھ میں ۲۶ اپریل ۱۹۹۸ء کو منعقد ہوا۔ اس میں دس قراردادیں منظور کی گئیں جس میں کونسل کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے ایک پیغام کو بھی شامل کر لیا گیا ہے اس میں انھوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ ہم اسلامی اصولوں اور اسلام کے مسلک زندگی کے معاملے میں کسی قسم کا سودا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

کونسل کے سکریٹری ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی کے بموجب کنونشن نے حکومت یوپی سے مطالبہ کیا ہے کہ سنہ ۲۰۰۰ء سے جس نئے نصاب تعلیم کا اعلان کیا گیا ہے اور جو نئی سرکاری درسی کتابیں چھپ کر آنے والی ہیں ان میں کونسل کے مرکز اور ریاست سے اس مسلسل مطالبے کا لحاظ رکھا جائے کہ سرکاری نصاب کو سیکولر بنایا جائے جو سب کے لیے قابل قبول ہو، خام ذہن بچوں کی صحیح خطوط پر تربیت ہو سکے اور ان میں منافرت کا جذبہ پیدا نہ ہو۔

کنونشن نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ہر قیمت پر مذہبی، تہذیبی اور لسانی حقوق کو برقرار رکھا جائے گا۔ نئی نسل میں اعلیٰ اخلاقی اقدار اور حب وطن اور ملک و ملت کی خدمت کے جذبے کو یقینی بنانے کی عملی کوشش کی جائے گی۔ حکومت یا کسی پارٹی کی طرف سے مذہبی، لسانی یا بنیادی حقوق پر کسی قسم کی دست درازی برداشت نہیں کی جائے گی۔

کنونشن نے حکومت یوپی سے مطالبہ کیا کہ اس تعلیمی پالیسی کا نفاذ کر کے مسلمانوں کو بے چینی میں مبتلا نہ کرے جس کے ذریعے پرائمری اسکولوں میں ایک خاص تہذیب اور مذہب کی بالادستی قائم کرنے کی کوشش ہے اور مسلم بچوں کو مجبور کیا جا رہا ہے۔ کہ جب وطن کے نام پر بھارت ماتا کی تصویر پر پھول چڑھانے، پوجا ارچنا کرنے اور وندے ماترم کہنے، سرسوتی کی تصویر کے سامنے قومی ترانہ گانے، اجتماعی کھانے کے وقت بھوجن منتر پڑھنے اور اخلاقی تعلیم کے نام پر رامائن مہابھارت، اور ہندو دیومالا کی کہانیاں پڑھنے کا پابند کیا جا رہا ہے جو دستور ہند کے خلاف ہے اور مسلمانوں کے عقیدے کے بھی خلاف ہے

اس سلسلے میں طے کیا گیا کہ مسلمان بچوں کو منع کیا جائے کہ وہ وندے ماترم گانے اور پھول چڑھانے سے احتراز کریں، مسلمان بچوں کو انجمن کے مکاتب یا ایسے اسکولوں میں داخلہ لیں جہاں ان کا عقیدۂ توحید محفوظ اور تعلیمی معیار بہتر ہو۔ کنونشن نے بیسک اسکولوں کو آشرم کا درجہ دینے اور اس مقصد کے لیے پرائمری اساتذہ

کو شانتی کنج، ہردوار، میں تربیت دلانے کے اقدام کو دستور اور جمہوری اصولوں کے خلاف قرار دیتے ہوئے حکومت سے ان غیر دستوری احکام کو واپس لینے کا مطالبہ کیا۔

کنونشن نے مطالبہ کیا کہ دستور کے آرٹیکل ۳۵۰ (۱) کے مطابق مادری زبان میں تعلیم کو یقینی بنایا جائے اور ریاست کے ہر پرائمری اور جونیئر اسکول میں اردو میڈیم سے تعلیم دینے کا اہتمام کیا جائے، ہائی اسکول اور انٹر میں سہ لسانی فارمولے کے تحت اردو پڑھائی جائے، یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ پرائمری درجات میں انگریزی اور سنسکرت کو لازم کرنے کا حکم واپس لیا جائے اور سہ لسانی فارمولہ نافذ کیا جائے۔ یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ پانچویں اور چھٹے درجے میں پرائیویٹ امیدواروں کو بیٹھنے کی اجازت نہ دینے کے فیصلے کو واپس لیا جائے۔ دینی تعلیمی کونسل کی تحریک پر صوبے میں تقریباً ۲۰ ہزار پرائمری اسکولوں اور مکاتب جن کا نصاب سیکولر ہے اس کو بھی بیسک شکشا پریشد کے مساوی کیا جائے، یہ بھی کہا گیا کہ شِشو مندر اسکولوں کو چلانے والی بھارتیہ شکشا پریشد کو بیسک شکشا بورڈ کے مساوی تسلیم کرنے کے فیصلے کو اس وقت تک روک دیا جائے جب تک شِشو مندر اسکولوں کے نصاب سے فرقہ وارانہ مواد خارج نہ کر دیا جائے۔

کنونشن نے دینی تعلیمی کونسل کی تحریک کو مزید فعال بنانے، انجمن تعلیمات دین سے ملحق معیاری مکاتب کو ترقی دے کر ان میں آئندہ جولائی سے درجہ ششم کا اضافہ کر کے جونیئر ہائی اسکول کے درجات کھولنے کے فیصلے بھی کئے۔

اجلاس میں محمود الرحمٰن وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، پروفیسر نفیس احمد، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا عبد الخالق سنبھلی، مولانا عبد اللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی و دیگر علماء اور عمائدین نے تقریریں کیں، اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اساتذہ، طلباء اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

عُشاقِ حق کے عزم و ثبات کی آزمائش

(مولانا ابو الکلام آزادؒ)

اصحابِ کہف کو اگر اپنے عہد کے ضلالت و طغیان سے درماندہ و لاچار ہو کر پہاڑ کی غار میں پناہ لینی پڑے، تو گو وہ عہد جا چکا ہے لیکن اس عہد کی ضلالت و طغیان اس دنیا سے رخصت نہیں ہوئی ہے۔ آج بھی عشاقِ حق کے عزم و ثبات کے لئے ایک ویسی ہی آزمائش درپیش ہے۔ آج بھی ظلم کی حکومت ہے، بطلان و فساد کی حکمرانی ہے، جور و طغیان کا دور دورہ ہے اور اصحابِ کہف کی بستی کی طرح صرف ایک ہی قطعۂ ارضی نہیں، بلکہ تمام کرۂ ارضی کی خشکی و تری حق و عدالت سے محروم ہو گئی ہے اور خدا کی زمین پر اس کے مظلوم و درماندہ بندوں کے لئے کوئی گوشۂ امن و عافیت باقی نہیں رہا ہے۔ "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ ۴۲" گویا زمین کی تمام پچھلی نامرادیاں لوٹ آئی ہیں، اور تاریخ عالم کی ساری گزری ہوئی شقاوتیں ایک ایک کر کے پلٹ رہی ہیں، سرزمین اصحاب کہف کا جبر و طغیان، فراعنہ مصر کا ظلم و استبداد، نمارودۂ کلدان کا غرور و تمرد، اصحاب مدین کا انکار و اعراض، قوم عاد کا فسق و عدوان، یہ سب کچھ بیک ظرف و زمان جمع ہو گیا ہے۔

مطالعہ میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب: شعراء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی ضوء الواقع والقریض

نام مصنف: مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
صدر شعبہ عربی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر: مکتبہ فردوس، مکارم نگر لکھنؤ

صفحات: ۵۶۹ - قیمت: درج نہیں

ملنے کا پتہ: مکتبہ فردوس، مکارم نگر لکھنؤ

شمس الحق ندوی

عالمی زبانوں میں نعتیہ کلام کا آنا گراں قدر سرمایہ موجود ہے کہ اگر ان میں سے محض کسی ایک زبان کے سرمایہ کو جمع کر دیا جائے تو ایک کتب خانہ تیار ہو جائے، عشق و محبتِ رسولؐ ایمان کی علامت ہے، اسی لئے ایک مؤمن اپنے رسولؐ کا سچا عاشق ہوتا ہے، سیرت کی کتابیں عشق رسولؐ اور وارفتگی کے ایسے ایسے واقعات سے پر ہیں کہ یقین نہ آئے، لیکن چونکہ عشق کی کیفیت ایک سیل رواں کی ہوتی ہے جو دل سے ابلتا اور آنکھوں سے چھلکتا ہے بلکہ سامعین کو بھی مسرت کر دیتا ہے۔

دنیا بھر میں جو بھی کلام نعت و منقبت کے فن میں موجود ہے ان میں سب سے نمایاں مقام اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو کلام اس پیکر تجسم کے سامنے کہا گیا اور ظاہر سی بات ہے کہ جو بات چشم بینا دیکھتی ہے وہ دوسری آنکھ کہاں دیکھ سکتی ہے اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب انسان کوئی چیز دیکھتا ہے تو اس سے متاثر ہوتا ہے اور اس کے خیالات و افکار فطری طور پر ورود کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں تو اندازہ کیجئے کہ جب وہ ہستی نگاہوں کے سامنے ہو جس کے لئے اپنے اور غیر سب تعریف پر مجبور ہوئے بھلا کیسے زبان خاموش رہ سکتی ہے ان جاں نثاران رسولؐ کی جن میں بعض صحابہؓ شاعر بھی تھے اور زبان و ادب کے ماہر تھے، اس لئے کہ جب پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو چھلکتا ہے، جس طرح جام و سبو کے بعد بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے ان کا بھی یہی حال ہوا اور بے خودی کے ساتھ کچھ نغمہ سرائی بھی قابل معافی ہے، جیسا کہ عرب شاعر کہتا ہے۔

سقونی رقا لو الا تغن دلو سقوا
جبال سلیمی ما سقیت لغنت

انہیں اولین مادحین رسولؐ کے تذکرہ اور کلام پر مشتمل یہ کتاب مصنف کی چودہ سالہ محنت کا ثمرہ ہے، مولانا کی اس تصنیف پر جامعہ ندوۃ العلماء نے انھیں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری تفویض کی، اس کتاب میں ایک طرف مصنف کی عرق ریزی اور محنت و کاوش جھلکتی ہے، دوسری طرف اس میں وفور شوق، جذبہ صادق اور عشق و وارفتگی کا جلوہ نظر آتا ہے اور صاحب کتاب کے اس موضوع سے دلی تعلق اور جذبہ کا پورا احساس ہوتا ہے، مولانا کی عربی زبان، اسلوب و طرز ادا نہ صرف یہ کہ بہت ہی شیریں اور دلنشیں ہے بلکہ وہ اپنے اندر ایک انفرادیت کی بھی حامل ہے جس کا اندازہ مولانا کی تحریروں اور مضامین کا مطالعہ کرنے والوں کو بخوبی ہے۔ مولانا ادب عربی کے استاذ ہیں، ادبی خصوصیات اور ادب کی اثر انگیزی سے خوب واقف اور شارح ہیں اور یہ موضوع اسی سے تعلق رکھتا ہے ظاہر ہے کہ مولانا کی اس پر رقم طرازی کیسی خوبی کی ہوگی۔

زیر تبصرہ کتاب شعراء رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کعب بن مالک الانصاریؓ، حسان بن ثابت الانصاریؓ، عبد اللہ بن رواحہؓ اور کعب بن زہیر ابن ابی سلمیٰؓ کے کلام و حالات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں اسلام کے تعلق کے پس منظر میں ضروری مباحث آ گئے ہیں اور محض ان چار شعراء ہی نہیں بلکہ یہ کتاب فن شعر و ادب پر اسلامی نقطہ نظر سے ایک مفید اور معلومات افزا کتاب ہو گئی ہے، جو اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے ایک مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، کتاب ظاہری اعتبار سے بھی بڑی خوبصورت دیدہ زیب ہے، اس کے معیار کی ظاہری و باطنی بلندیوں کے لئے مصنف کے حسین جذبے اور اہتمام کا خاصہ دخل ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب سے لوگوں کو نفع پہونچائے اور اس کی عمومیت و اشاعت کا سامان فرمائے آمین۔

کتاب کے شروع میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی اور مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء کے مقدمہ اور تعارفی کلمے نے کتاب کی قیمت میں اور اضافہ کر دیا ہے۔

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ، دینی مضامین میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کیجاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں انکو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں

محمد طارق ندوی

سوال وجواب

س:۔ اگر کسی کی ایک رکعت نماز چھوٹ جائے تو اس کو سلام پھیرنے کے بعد باقی رکعتیں پوری کرنے کے لیے کھڑے ہونے کی خاطر اللہ اکبر کہنا ہوگا یا ویسے ہی بلا کچھ کہے کھڑا ہوجائے گا؟

ج:۔ کھڑے ہونے کے لیے اللہ اکبر کہے گا۔

س:۔ بہت سے دینی پرچوں میں قرآن کی آیتیں چھپی ہوتی ہیں، ردّی بیچتے وقت بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ اس کے لیے کیا کرے؟

ج:۔ جن پرچوں میں قرآنی آیتیں ہوں اس کو ردّی میں نہ بیچے بلکہ کسی ایسی ویران جگہ جہاں لوگوں کا کم گذر ہوتا ہو کھود کر اسے دفن کردے یا کسی وزنی چیز میں باندھ کر دریا وغیرہ میں ڈال دے۔

س:۔ حکومت کی جانب سے گائے بیل ذبح کرنا ممنوع ہے اگر چھپ کر گائے بیل کی قربانی کریں تو کیسا ہے؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں ایسے افعال سے پرہیز کرنا چاہیے جس میں جان، مال، عزت و آبرو جانے کا خطرہ ہو۔ قربانی بہرحال ادا ہوجائے گی۔

س:۔ زید نے بکر کے پاس بطور امانت دس ہزار روپے رکھے۔ بکر نے بغیر اجازت یہ روپے اپنی تجارت میں لگالیے، بکر کا یہ فعل کیسا ہے؟ اور اس سے جو نفع حاصل ہوا اس کا کیا حکم ہے؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں بکر نے زید کے مال میں تعدی کی اب اگر رقم ہلاک ہوجائے تب بھی دینی ہوگی۔ بکر کا فعل شرعاً بہت ہی ناپسندیدہ عمل ہے۔ اسے توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔ اور زید سے معافی کا طلب گار ہونا چاہیے۔ دس ہزار کی رقم واجب الادا ہے،

س:۔ کیا بینک کے انٹرسٹ سے ہاؤس ٹیکس، واٹر ٹیکس اور سیور ٹیکس ادا کرنا جائز ہے؟

ج:۔ سود کی رقم سے ہاؤس ٹیکس، واٹر ٹیکس سیور ٹیکس نہیں دے سکتے ہیں کیونکہ یہ جابرانہ ٹیکس نہیں ہیں، انکم ٹیکس کو ادا کرنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے کیونکہ وہ جابرانہ ٹیکس ہے۔

س:۔ امام صاحب مسجد کے ایسے کمرہ میں رہتے ہیں جس سے باہر نکلنے کا راستہ مقتدیوں اور ان کا ایک ہی ہے، کیا امام صاحب اپنی زوجہ کے ساتھ اس میں رہ سکتے ہیں؟ اسی طرح مسجد سے متصل وضوخانے میں کیا غسل کرسکتے ہیں؟

ج:۔ امام مذکور کمرہ میں اپنی زوجہ کے ساتھ پردہ کا خیال رکھ کر رہ سکتا ہے اور وضوخانے میں غسل بھی کرسکتا ہے۔

س:۔ ایک عورت حج کرنا چاہتی ہے، شوہر کا انتقال ہوگیا ہے اس کے ذوی الارحام میں کوئی حج کی استطاعت نہیں رکھتا کیا کوئی طریقہ اس عورت کے حج کے لیے نکل سکتا ہے؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں مذکورہ عورت پر حج فرض نہیں ہے۔ اگر اتنی استطاعت ہو کہ اپنے ساتھ محرم کو خرچ دیکر ساتھ لے جاسکتی ہو تو لے جائے لیکن ایسا کرنا اس پر لازم نہ ہوگا۔ ورنہ حج بدل کرائے۔ جو ایک باعث ثواب عمل ہوگا۔ یہ عمل بھی شرعاً مطلوب و محمود عمل ہے۔ لازمی نہیں ہے۔

س:۔ وہ رقم جو مسجد کے لیے جمع کی گئی ہو یا مسجد کی ملکیت ہو اس سے مدرسہ کی تعمیر ہوسکتی ہے؟ یا اس کے برعکس مسجد کی تعمیر کی جاسکتی ہے یا وہ مدرسہ کی رقم بغیر تمیز کے مدرسہ و مسجد کی تعمیر میں لگاسکتے ہیں؟

ج:۔ نہ تو مسجد کی رقم مدرسہ میں اور نہ مدرسہ کی رقم مسجد میں لگاسکتے ہیں، مدرسہ و مسجد کی تعمیر میں اس بات کا لحاظ کرنا پڑیگا کہ چندہ دینے والے نے کس مد میں چندہ دیا ہے۔ اسی میں رقم صرف کی جائے، مسجد کی تعمیر کے لیے جو رقم ہے اسے مدرسہ کی تعمیر میں نہیں لگاسکتے ہیں۔

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز۔
حرمین
اردو کاپی
NOTE BOOK
ملنے کا پتہ:۔
مکتبۃ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این درمارڈ
امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کراکے رسید حاصل کرسکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

(بقیہ)

اجتماعی مفاد پر ذاتی مفاد کی ترجیح

بعض اوقات ان بااثر لوگوں میں سے اگر کسی کی ادنیٰ خواہش کی تکمیل نہیں کی جاتی تو وہ اس ادارہ کی اینٹ سے اینٹ بجادینے اور ملت کو بڑے سے بڑے بیش قیمت اثاثہ سے بھی محروم کردینے سے بھی احتراز نہیں کرتا، قومی زوال کی ابتدائی و واضح علامتوں میں سے ایک علامت ملی اداروں کے چلانے کی صلاحیت کا فقدان ہے جس میں سب سے زیادہ اعتماد باہمی، جذبۂ تعاون اور کسی حد تک ایثار و قربانی اور تحمل و ضبط نفس کی ضرورت ہے، اگر کسی ادارہ کو خوش قسمتی سے کوئی مخلص کارگزار و کارکن مل گیا لیکن وہ تمام قومی نمائندوں، طلبہ کے سرپرستوں اور کمیٹی کے ارکان کو بیک وقت مطمئن نہیں کرسکا۔ اور اس کو ادارہ کے مفاد میں کچھ اصلاحی قدم اٹھانے پڑے تو اس کی تمام خوبیوں خلوص و دیانت پر پانی پھیر دیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی جاتی۔

بات صرف بے اعتمادی، خوردہ گیری اور احتساب کی شدت تک محدود نہیں ہے، افتراء اتہام اور کردار کشی (CHRACTER ASSASINATION) تک پہنچ گئی ہے کسی ملی رہنما، سیاسی قائد اور دینی شخصیت کے بارے میں راہ چلتے بھی کچھ سن لیا جائے تو بات کا بتنگڑ اور رائی کا پربت بنالیا جاتا ہے اور کڑی سے کڑی ملاکر ایک داستان وضع کرلی جاتی ہے جس کی ساری بنیاد قیاس آرائی، سیاسی مقصد برآری یا صحافتی گرمی محفل پر ہوتی ہے، اس کا سلسلہ تحریک خلافت کے محبوب و جانباز رہنماؤں سے شروع ہوکر جنھوں نے اپنی پوری زندگی ملت کے لیے قربان کردی، علاقائی رہنماؤں، سماجی کارکنوں اور دینی شخصیتوں تک مسلسل چلا آرہا ہے اور اس صورت حال پر سودا کا شعر صادق آتا ہے۔ ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

لیکن اکثریتی فرقہ کا اپنے رہنماؤں اور قومی کارکنوں کے بارے میں طرز عمل واضح طور پر اس سے مختلف ہے اپنی دوسری کمزوریوں کے باوجود اس بارے میں وہ نمایاں طور پر محتاط، فراخ دل، وسیع النظر اور نتائج کا انتظار کرنے والے ہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ اس کے قومی رہنماؤں اور سماجی کارکنوں کو اپنے منصوبوں کی تکمیل کا پورا موقع ملتا ہے، اور وہ ان کو بام عروج تک پہونچاتے ہیں اور ان کی قوم ان کی خدمات کا کھلے دل سے اعتراف کرتی، اور ان کا شکر گزار ہوتی ہے، سیاسی تحریکات کے رہنماؤں سے لے کر قومی یونیورسٹیوں کے بانیوں اور اصلاحی مرکزوں، آشرموں کے بانیوں سے لے کر فرقہ پرست جماعتوں احیائیت REVIVALISM کے داعیوں تک یہ کلیہ عام ہے، اس قومی تفاوت پر اقبال کا یہ شعر صادق آتا ہے۔ ؎

دیکھ مسجد میں شکست رشتۂ تسبیح شیخ
بت کدہ میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

دعائے مغفرت

• مدرسہ فیض القرآن حیدرگڈھ بارہ بنکی کے مہتمم مولانا محمد حنیف ندوی کی اہلیہ کا مدار اپریل ۱۹۹۸ء کو مختصر علالت کے بعد اچانک انتقال ہوگیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ نیک اور صالحہ خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

• میڈیا ریسرچ سینٹر ندوۃ العلماء کے کارکن علی احمد اثر عباسی کے بھائی حاجی شکور احمد عباسی حج بیت اللہ کو گئے ہوئے تھے دوران حج ادا کرنے کے بعد ۱۰ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ کو اپنے مالک حقیقی سے جاملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

بفضلہ
بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات سے
وابستہ نام — سلیمان عثمان
شیریں رواج، شیریں مزاج
سلیمان عثمان مٹھائی والے
Fax: 009122-8341635 Telex: 011-79341 BARI IN

بقیہ: درس حدیث

گذرتا ہے دوست دشمن دونوں ہی کی طرف سے اس کی آزمائش ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو پیش آنے والی تبدیلیوں اور حوادث سے باخبر فرمادیں، چنانچہ آپ نے فرمایا "پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آئیں گے جو اس بات کو بیان کریں گے جس پر خود نہ عمل کریں گے، اور وہ کریں گے جس کا انھیں حکم نہیں ہوگا۔" اس وقت حواریوں کی کیا ذمہ داری ہوگی؟ اچھی مثال عملی ایمان، اخلاص، فدائیت کا مظاہرہ کرنا جو حواریوں کی سب سے نمایاں صفات ہیں، ان حالات میں دعوت اسلامی کو اسی کی ضرورت ہوتی ہے، اسلام کے اندر عملی مثال کی اہمیت ہی کے سبب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہوشیار کیا ہے کہ ان کا عمل ان کے قول کے خلاف ہو، ارشاد فرمایا: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ[1] (مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے، خدا اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔) دوسری جگہ فرمایا "أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ[2]" (یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے تئیں فراموش کئے دیتے ہو حالانکہ تم کتاب (خدا) بھی پڑھتے ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔

اب تک جو کچھ بیان ہوا اس کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ عملی نمونہ اور مخلص داعیوں کے تیار کرنے کی کتنی شدید ضرورت ہے اور کیوں نہ ہو کہ، خیر اور عمل صالح کے رواج... دینے کے لئے یہ سب سے کارگر ذریعہ ہے۔ ان حالات میں جس نے ان لوگوں سے ہاتھ سے جہاد کیا، وہ مومن ہے، لیکن یہ جہاد تقاضی ہے دانشمندی اور خوش اسلوبی کے ساتھ عملی نمونہ پیش کرکے دعوت دینے کا۔ امام نوویؒ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ان فتنوں میں مبتلا ہوں ان سے ہاتھ یا زبان سے جہاد موقع و محل دیکھ کر کیا جائے، کہیں ہمارا یہ اقدام مزید فتنہ و فساد نہ پیدا کرے[3]۔

حدیث کا فقہی پہلو

علماء اور دعاۃ کا یہ فرض ہے کہ وہ دعوت کے ساتھ ایسے جانشین بھی تیار کرتے رہیں جو فتنہ کے وقت ان کی جگہ لے سکیں، ان کی تربیت اس طرح ہو کہ وہ اسوۂ رسول کا پیکر ہوں اور ہر حال اور میدان میں آپ کی پیروی کریں، (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ) تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے۔ یعنی اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو۔

ہر شخص اپنی صلاحیت و ماحول کے پیش نظر اسوۂ رسولؐ کو اپنائے۔

موجودہ حالات میں حدیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے

۱۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ داعیوں کو پورے طور پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنی چاہئے یہ درست نہیں کہ بعض چیزوں میں تو پیروی کریں اور بعض میں نہ کریں دعوت کے میدان میں جو لوگ بھی کام کر رہے ہیں اور دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور سنتوں کے مطابق اپنے کو ڈھالنے کی فکر رکھیں۔

۲۔ حدیث سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ جس شخص میں جیسی صلاحیت ہو اسی کے مطابق اس سے کام لینا چاہئے حضرت زبیرؓ ہمت و جرأت میں ممتاز تھے ان سے دشمنوں کا حال معلوم کرنے کا کام لیا گیا۔

۳۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے صلاحیت کے اعتبار سے تقسیم کار کیا جائے، اور ہر ایک کی صلاحیت کے مطابق اس کو کام دیا جائے جس کو وہ پورے اخلاص، تندہی اور قربانی کے ساتھ انجام دے، جیسا کہ بعض جماعتیں اپنے کارکنوں کو الگ الگ ذمہ داری دیکر نام رکھتی ہیں، مثلاً نگراں، خزانچی، محاسب وغیرہ۔

---

[1] الصف۔ ۲-۳ [2] بقرہ۔ ۴۴
[3] صحیح مسلم شروح نووی

بقیہ: جامعہ ازہر مصر میں تین ماہ

کس طرح اوپر تک پہونچایا گیا یہ بھی ایک تعجب خیز بات ہے۔ پھر دو چٹانوں کے جوڑنے میں کوئی مسالہ بھی استعمال نہیں ہوا ہے۔ چٹانوں کو تراش کر اس طرح جوڑ دیا گیا ہے کہ ادھر ادھر کھسکنے کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ موجودہ اہرامات جن کی تعداد چار ہے۔ ان کی تعمیر کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے بھی پہلے کا ہے۔ اہرامات کے اندر میت کے لیے کھانے پینے کی چیزیں بھی رکھی جاتی تھیں، اور اس فن میں اتنے وہ ماہر تھے کہ رکھی ہوئی چیزیں صدیاں گذر جانے کے بعد بھی خراب نہیں ہوتی تھیں۔ فرعونیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ مردہ جب اٹھے گا تو اس کو کھانے پینے کی حاجت ہوگی۔ لہٰذا اس کی قبر بنانے میں اس کی بھی رعایت کی جاتی تھی کہ اس کے لیے مفروشات و ملبوسات، یہاں تک کہ آرام کرنے کے لیے کمرہ اور فرنیچر وغیرہ بھی اس میں رکھتے تھے۔

(جاری)

ہندوستان میں اسلام تمام تر خصوصیات کے ساتھ باقی رہے گا

جمہوری، سیکولر اور اہنسا کی راہ ایک الہامی بات ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کا بیان

نمائندہ تعمیر حیات

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس گذشتہ ۲۵ اپریل ۱۹۹۸ء کو نئی دہلی میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں اراکین عاملہ، ملک کے ممتاز دانشور، وکلاء، قائدین اور ارباب فکر و نظر نے موجودہ حالات کے تناظر میں مسلم پرسنل لاء کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے طریقۂ عمل پر غور کیا اور اصلاح معاشرہ کی تحریک کو ملک گیر سطح پر چلانے اور مختلف مقامات پر دینی اجتماعات منعقد کرنے پر زور دیا اور یہ طے کیا کہ شریعت کے خلاف کوئی قانون قابل قبول یا قابل عمل نہیں ہے۔ اجلاس نے بابری مسجد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے مقدمہ کی جلد از جلد سماعت کرانے کا بھی مطالبہ کیا اور اپنے اس موقف کا اظہار کیا کہ بابری مسجد مسجد ہے، مورتیوں کے رکھ دینے سے مسجد کی مرکزیت ختم نہیں ہوتی۔ اجلاس نے اس نقطۂ نظر کا اظہار کیا کہ گفت و شنید کے ذریعہ بابری مسجد کے مسئلہ کا حل نہیں نکالا جاسکتا۔

اس کا حل عدالتی فیصلہ کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ اپنے اس قدیم موقف پر قائم ہے اور بات چیت کی تجاویز کو وہ مندر بنانے کا جزو سمجھتے ہیں۔

اجلاس میں یہ طے کیا گیا کہ مجموعہ قوانین اسلامی کے مسودہ کو قطعیت دیکر زیر سماعت لانے کے اقدامات کئے جائیں حضرت مولانا نے اجلاس کے آخر میں فرمایا کہ اسلام اس ملک میں یونہی نہیں آیا بلکہ تقدیر الٰہی کے ساتھ آیا ہے۔ اللہ نے اپنی رحمت، تائید اور نصرت کے ساتھ اسلام کو بھیجا ہے اور اس دین کے ساتھ ہی اس ملک کی بہتری وابستہ ہے۔ اس ملک کی بقاء کے لیے یہاں کے بزرگوں نے اس کو ضروری سمجھا کہ یہ ملک جمہوری، لامذہبی اور غیر متشدد ہو یہ طے کرنا ایک الہامی بات تھی۔

انشاء اللہ اس ملک میں اسلام اپنی تمام تر خصوصیات اور تہذیب و تمدن کے ساتھ باقی رہے گا اور اس کے خلاف کی جانے والی تمام کوششیں ناکام ہوں گی۔

اجلاس میں ملت کے قائدین اس یقین کو مضبوط کریں اور پوری ملت میں یقین پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

مجلس عاملہ میں صدر بورڈ کے علاوہ مولانا سید نظام الدین صاحب، جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لاء بورڈ، عبدالرحیم قریشی، عبدالستار یوسف شیخ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا عبدالکریم پاریکھ جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ، جناب سید شہاب الدین، جناب یوسف مجہال، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ڈاکٹر نعیم حامد، مولانا برہان الدین سنبھلی، جعفر، قیم جماعت اسلامی ہند، مولانا غلام محمد خاموش، مولانا عبداللہ منیشی، مولانا خلیل الرحمان سجاد نعمانی، مولانا مقبول الدین ازہر عمری، ڈاکٹر منظور عالم مولانا سید احمد ہاشمی، مولانا احمد علی قاسمی مولانا فضل الرحمان مجددی، مولانا سلمان الحسینی ندوی مولانا سلیمان سکندر، مولانا عبداللہ عباس ندوی ڈاکٹر قاسم الیاس رسول، مشرابین احسن رضوی ڈاکٹر محسن عثمانی، مولانا اقتدار الدین، پروفیسر ریاض احمد، حکیم ظل الرحمان وغیرہ حضرات نے شرکت کی۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں
اقبالؔ

نور نبوتؐ

جناب خالد جکوانی

سارے نبیؑ کے یار ہیں خلقت میں لاجواب
صدیقؓ ہوں فاروقؓ ہوں عثمانؓ و بوترابؓ
خوشبو کا ناز صدق کا سرمایہ حیات
یعنی وہ یار غار وہ ہمسایہ کلاب
ایوان کفر کے لئے زلزال وہ خطابؓ
عادل مراد حضورؐ کی اسلام کا شباب
جن سے فلک جا کریں ایسے وہ باحیا
جود و سخا کے درس کی عثمانؓ ہیں کتاب
میداں کے شیر مسجد و منبر کی آبرو
تقویٰ و زہد و علم کا حضرت علیؓ ہیں باب
زہراؓ حسنؓ حسینؓ ہیں نظیر کا مزاج
ہے اصل سب کی نور نبوتؐ کا آفتاب
باب مدینے جاکے دریار پر مرے
خالدؔ نبیؐ کے شہر میں ہو جائے محو خواب